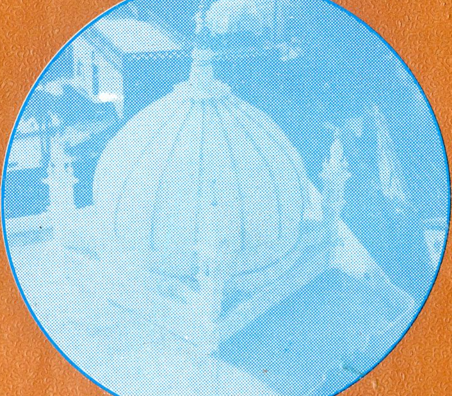
میثم قادری

محدثِ اعظم کچھوچھوی

اور

پاکستان



مؤلف

تاج العلماء محققِ دوراں حضرت علامہ عبدالحکیم خان اختر شاہجہانپوری مجددی مظہری

ناشر

مرکزی مجلس محدثِ اعظم کچھوچھوی

۲۱۲ - مسکنِ جیلانی اپر مال لاہور - پاکستان

مرکزی مجلس محدثِ اعظم کچھوچھوی

سرپرست

شیخ طریقت حضرت علامہ سید محمد جیلانی اشرف اشرفی الجیلانی کچھوچھوی

مجلسِ عاملہ

قائد: محقق دوراں تاج العلماء حضرت علامہ عبدالحکیم خاں مظہری اختر شاہجہانپوری

صدر: امین الحسنات حضرت مولانا حکیم سید شاہ خلیل احمد قادری اشرفی

نائب صدر: حضرت مولانا صوفی محمد فقیر اللہ اشرفی ....

جنرل سیکرٹری: الحاج شیخ عبدالحمید جیلانی اشرفی ....

سیکرٹری: الحاج محمد طاہر صدیقی اشرفی ....

خازن: صوفی محمد افضل چغتائی اشرفی ....

آرگنائزنگ سیکرٹری: سید محمد آفاق اشرف ....

پروپگنڈہ سیکرٹری: غلام مصطفٰے خان رضاء القادری مظہری ....

ارکان

پروفیسر ریاض الدین اشرفی (گولڈ میڈلسٹ)

الحاج شیخ محمد ابراہیم اشرفی

مشتاق احمد صدیقی اشرفی

شیخ طلعت محمود اشرفی

محمد جمال شارب اشرفی

سید عابد حسین اشرفی

سید مشتاق علی قاضی اشرفی

شیخ آصف امین اشرفی

طارق منصور اشرفی

سید محمد عمران اشرف

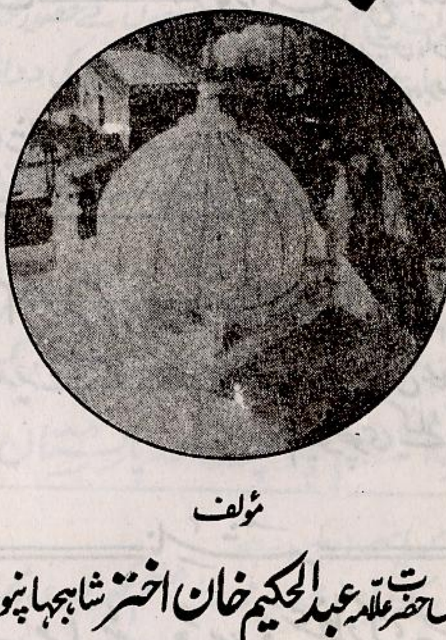
افتخار قمر اشرفی

الحاج محمد مشتاق منیر خان اشرفی

مُحدّثِ اعظم کچھوچھوی

اور

پاکستان



مؤلف

تاج العلماء محققِ دوراں حضرت علامہ عبدالحکیم خان اختر شاہجہانپوری مجددی مظہری

ناشر

مرکزی مجلس محدّثِ اعظم کچھوچھوی

۲۱۲ - مسکنِ جیلانی اپرمال لاہور ۔ پاکستان

کتاب ہے جو المیزان دلی کے محدث اعظم ہند سے ماخوذ ہے۔
حضرت سیدی جیلانی میاں صاحب نے ۱۹۷۶ء میں ادارۂ المیزان
سے شہرۂ آفاق اور معرکۃ الآراء امام احمد رضا نمبر شائع کیا تھا جس نے
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان پر ریسرچ کی
راہ دکھائی۔ اس نمبر کو حال ہی میں سرزمین دہلی بھارت سے اہلسنت
کا مؤقر جریدہ ماہنامہ قاری نے بڑی شان وشوکت کیساتھ شائع
کیا ہے۔۔۔ مرکزی مجلس محدث اعظم کچھوچھوی کی قیادت ورہبری
کا عظیم بارگراں تاج العلماء محقق دوراں حضرت علامہ عبدالحکیم خاں
اختر شاہجہاں پوری مظہری صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے کاندھوں
پر رکھا گیا ہے۔

حضرت تاج العلماء کی ذات علم وتحقیق کی نشان جلی ہے۔ جنکے
ذریعہ اب تک مطبوعہ وغیرہ مطبوعہ ۹۹ کتب ہائے دینیہ کی
تصنیف وتالیف کا کارنامہ انجام پذیر ہو چکا ہے زیر نظر کتاب
محدث اعظم کچھوچھوی اور پاکستان غالباً حضرت تاج العلماء کی سوئیں
تالیف ہے جو خود ہماری مجلس کے لئے نیک شگون ہے ۔۔۔۔۔
اللہ تعالیٰ حضرت تاج العلماء کو صحت وسلامتی کے ساتھ عمر
خضر عطا فرمائے۔ تاکہ امت مسلمہ ان کے معتبر قلم وبیان کے فیضان
سے مالا مال ہوتی رہے۔

ہماری مجلس کے صدر محترم پیر طریقت امین الحسنات حضرت
علامہ سید خلیل احمد قادری اشرفی صاحب قبلہ عالم اسلام کی قد آور
شخصیت غازئ اسلام حضرت مفسر قرآن علامہ حکیم الامت
ابو الحسنات سید محمد احمد قادری علیہ الرحمۃ کے ہونہار فرزند ہیں۔۔۔۔۔۔
بڑے باپ کے بیٹے کے حصے میں مجلس کی صدارت وقت کی ضرورت ہے،

کیونکہ نہ صرف آپ نے حضور محدث اعظم کو دیکھا۔ بلکہ ان کی خلوت وجلوت، بیان وشان اور قومی سیاسی و دینی تحریکات سے کما حقہ واقف بھی ہیں۔ حضرت محدثِ اعظم کچھوچھوی نے ان کو بیٹے کی طرح شفقت دی ضرورت تھی کہ حضرت امین الحسنات آگے آئیں۔ اور مرکزی مجلس محدثِ اعظم کچھوچھوی کی صدارت کی ذمہ داریوں کو نبھائیں۔ اور بارگاہِ محدثِ اعظم میں علمی اور تحقیقی طور پر خراج تحسین ادا کریں۔ آپ کی نیابت اور مجلس کے نائب صدر کی حیثیت سے حضور محدث اعظم کچھوچھوی کے مخلص وہمدم مرید وخادم محترم مولانا محمد فقیر اللہ اشرفی لاہور کی خدمات بھی مرکزی مجلس کو حاصل ہیں...... جن کے تجربات مجلس کی کارکردگی میں جلا بخشیں گے۔ مرکزی محدثِ اعظم کچھوچھوی پاکستان نے ابھی پہلا قدم رکھا ہے۔ ہم اپنے تمام قابلِ احترام علماء اور لائق اکرام مشائخین سے پرخلوص ٹر درد ٹر ز ور گزارش کرتے ہیں کہ اس راہ میں مجلس کے ساتھ اشتراک وتعاون فرمائیں۔ ہم صالح وصحت مند تحقیقی ومعلوماتی، سوانحی تاریخی، روحانی وعرفانی کتب کی اشاعت کا منصوبہ رکھتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہم اکابرینِ امت کے پاک اور مقدس حیاتِ طیبہ پر مشتمل تحقیقی شہ پارے شائقین تک پہنچانے کا عزم رکھتے ہیں..... اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین پر چلنے دین کی اشاعت کرنے کی عملی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

نیازمندان بارگاہ اشرفیہ

حاجی شیخ عبد الحمید جیلانی اشرفی (جنرل سیکرٹری)

صوفی محمد افضل چغتائی اشرفی (خازن)

محمد طاہر صدیقی اشرفی (سیکرٹری)

احوالِ واقعی

متحدہ ہندوستان میں جب پاکستان کا نام لینا جرم گردانا جاتا تھا سید المحدثین امام المتکلمین حضرت علامہ ابوالمحامد سیّد محمّد اشرفی الجیلانی محدثِ اعظم ہند کچھوچھوی نے تحریروں تقریروں اور تحریکوں کے ذریعہ تشکیل پاکستان کے مجاہدانہ نعرے بلند کیے خلیج بنگال سے لیکر بحر عرب تک پشاور سے لیکر کشمیر کی وادیوں تک تحریک پاکستان کے نفوذ میں کلیدی رول ادا کیا۔ حضرت محدثِ اعظم کچھوچھوی کی قدآور ذات نے دو قومی نظریئے کے آفاقی اصول واساس پر قیام پاکستان کیلئے پورے برصغیر میں اکابرین علماء ومشائخ کی فعال ٹیم کے ساتھ ۱۹۲۲ء سے جہاد شروع کردیا تھا جو ۱۹۴۶ء میں بنارس سنّی کانفرنس کی شکل میں شعلہ جوالہ بنی اور جسنے بالآخر کفر وسامراج کی عالمی طاقتوں کو سرنگوں کردیا اور پاکستان ایک اسلامی ونظریاتی مملکت کی شکل میں معرضِ وجود میں آیا۔ سرکار محدثِ اعظم ہند کچھوچھوی کی قائدانہ صلاحیتوں کا نتیجہ تھا کہ سنی کانفرنس کی صدارت کا عظیم فریضہ اکابرین اُمت نے آپ ہی کے سُپرد فرمایا۔ اور آپ نے بلاخوف لومۃ لائم اور سیاسی مصلحت کوشیوں کے تحریکِ پاکستان، مطالبہ پاکستان، قیام پاکستان اور وجود پاکستان کے ہر محاذ پر قول وعمل کا غازیانہ کردار ادا فرمایا۔

پاکستان کے ایسے محسنِ اعظم سے کیا پاکستان کی نئی نسل آشنا ہے ؟ اگر نہیں تو اس کا ذمہ دار کون ؟ کون ذمہ دار اور کون ذمہ دار نہیں۔ اس بحث سے بلند ہوکر اس تاریخی حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے کہ وہ قوم ونسل قومی وملّی

دھارے سے الگ کر دی جاتی ہے جو اپنے محسنوں کو فراموش کر دے چند اہل درد سر پھروں نے اللہ تعالیٰ کا نام لیکر دیر سویر سہی حضرت محدثِ اعظم کچھوچھوی کی حیاتِ طیبہ۔ خدماتِ جلیلہ تحریکِ پاکستان کے کارہائے نمایاں سے قوم و ملت کو آگاہ کرنے کے لیئے اور دیگر اکابرینِ اہل سنت مشائخ عظام کی خدمات عظیمہ کی اشاعت کے لیئے صالح افکار و نظریات کے کتابچوں کی صورت میں پہچانے کے لئے مرکزی مجلس محدثِ اعظم کچھوچھوی کی تشکیل کی اور اس سلسلے میں اس کام کا آغاز کر دیا۔ جس کی پہلی کاوش محدثِ اعظم کچھوچھوی اور پاکستان نذرِ ناظرین ہے۔

نوٹ:۔ اس راہ میں ہم اپنے تمام اہلِ قلم و اہل دل اور اہلِ نظر حضرات سے تعاون اور اشتراک کے طالب ہیں۔ فقط

امین الحسنات سید خلیل احمد القادری اشرفی

صدر:۔ مرکزی مجلس محدثِ اعظم کچھوچھوی پاکستان

بقیہ صفحہ نمبر ۸۲ سے آگے

اپنے ساتھ لیئے ہم ایک قوالی بھی نہیں دے سکتے ایک مرتبہ یہی کانفرنس میدان کربلا میں قائم ہوئی تھی کہ نہر فرات آج تک شرم سے پانی پانی ہے، آج بنارس کی گنگا کا یہی حال ہے کہ ہمیشہ آب آب رہے۔ ہم شرم کے مارے اپنے سر جھکائے ہوئے آپ کی وفاداری کا عہد کرتے ہوئے آپ کا خیر مقدم کرتے ہیں اور اپنی مجلس استقبالی کے مخلص درویشوں کے لئے درخواست دعا کے ساتھ ساتھ خاموش ہوتے ہیں اور ہماری یہی خاموشی آپ کے کریمانہ اخلاق کا اعتراف اور اپنی مجبوریوں پر رحم کی بہر اداب درخواست ہے۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا وفادار

فقیر اشرفی وگدائے جیلانی: **ابوالمحامد سید محمد غفرلہ کچھوچھوی**

صدر مجلس استقبالی۔ آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس، ۲۷ اپریل ۱۹۴۶ء

محدثِ اعظمِ ہند

ایک نظر میں

نام	سیّد محمد اشرفی الجیلانی
لقب	محدّثِ اعظم ہند
ولادت	۱۵؍ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۸۹۴ء یوم چہار شنبہ قصبہ جائس ضلع رائے بریلی۔ یوپی
والدگرامی	حکیم الاسلام حکیم سیّد نذر اشرف فاضل کچھوچھوی
والدہ محترمہ	سیّدہ محمدی خاتون بنت اعلیٰ حضرت اشاہ سیّد علی حسین اشرفی میاں
رسمِ بسم اللہ خوانی	۱۹؍ ربیع الاوّل ۱۳۱۵ھ
ابتدائی تعلیم	جائس رائے بریلی
اعلیٰ تعلیم	لکھنؤ، علی گڑھ، پیلی بھیت، بریلی بدایوں میں علم و فن کے اماموں سے حاصل فرمائی
اساتذہ	سیّد شاہ فضل حسین، سیّد نذر اشرف علامہ صبغت اللہ فرنگی محلی، علامہ لطف اللہ علی گڑھی، علامہ وصی احمد محدث سورتی امام احمد رضا فاضل بریلوی، علامہ شاہ عبدالمقتدر بدایونی،
محدثِ اعظم ہند	کالقب ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹۱۱ء میں صرف سترہ سال کی عمر میں دیا گیا،

مدرسۃ الحدیث	۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹۱۳ء میں حضرت علامہ سید محمد میر صاحب کی زیر سرپرستی میں مدرسۃ الحدیث قائم فرمایا۔
بیعت و خلافت	تاجدار ولایت حضرت علامہ سید احمد اشرف اشرفی الجیلانی کچھوچھوی (متوفی ۱۳۸۶ھ)
دینی و قومی خدمات	الجمہوریۃ الاسلامیہ آل انڈیا سُنی کانفرنس جماعت رضائے مصطفیٰ الجمعیۃ الاشرفیہ آل انڈیا سُنی جمعیۃ العلماء کی صدارت و سرپرستی فرمائی۔ اور سینکڑوں تعلیمی اداروں کی تاسیس و سرپرستی فرمائی۔
اسلامی و روحانی خدمات	ہزاروں کافروں کو دائرہ اسلام میں داخل کیا لاکھوں بندگان خدا کو سلاسل مقدسہ قادریہ چشتیہ اشرفیہ نقشبندیہ سہروردیہ سے منسلک کیا۔
ماہنامہ اشرفی	۱۹۲۲ء میں ماہنامہ اشرفی کچھوچھا شریف سے جاری کیا۔ شدھی، قادیانی اور وہابی تحریکات کی بیخ کنی کی۔
حج بیت اللہ	پانچ بار زیارت حرمین شریفین سے مالا مال ہوئے
تصنیفات	۵۰ سے زائد تصنیفات ہیں۔ قرآن عظیم کا سلیس ترجمہ معارف القرآن کے نام سے کیا۔ بھارت میں جسے شائع کر دیا گیا ہے۔
تخلص	سید کچھوچھوی
دیوان	فرش پر عرش (مطبوعہ ۱۹۵۵ء بمبئی)

روحانی و تبلیغی سیاحت: حرمین طیبین، بغداد، کربلا، نجف اشرف، کاظمین بلد، کوفہ، بیت المقدس، دمشق، مصر یمن، عدن، سیلون، رنگون۔
ڈھاکہ، پشاور، خیبر، کلکتہ، مدراس کرالا، حیدرآباد، کراچی، غزنی، کابل، لاہور، ملتان برصغیر اور ایشیا کے بہت سے ممالک کا طویل ترین سفر فرمایا۔ سال کے گیارہ (۱۱) ماہ مسلسل سفر میں گزرتے ماہ رمضان المبارک کے تیس (۳۰) دن اور محرم الحرام کے آخری عشرے عرس مخدوم سمنانی کے موقع پر کچھوچھا شریف قیام فرماتے۔

آخری دورہ: جنوبی ہند اور گجرات کا تھا ستمبر و اکتوبر ۱۹۶۱ء میں،

کچھوچھا شریف مراجعت: ۲۵؍ اکتوبر ۱۹۶۱ء (بحالت علالت)

لکھنؤ بغرضِ علاج: ۱۰؍ نومبر ۱۹۶۱ء تشریف لائے۔

قیام لکھنؤ: ایک ماہ ۱۴ دن بغرض علاج (۱۰؍ نومبر تا ۲۴؍ دسمبر ۱۹۶۱ء)

وصال: ۲۵؍ دسمبر ۱۹۶۱ء مطابق ۱۶؍ رجب المرجب ۱۳۸۱ھ بروز دوشنبہ وقت ۱۲½ بجے دن

نماز جنازہ: تاجدار اہلسنت شیخ المشائخ حضرت علامہ سید محمد مختار اشرف سجادہ نشین کچھوچھا شریف نے پڑھائی۔

اولاد امجاد: اعلیٰ حضرت اشرفی میاں۔ — نانا
سرکار احمد اشرف علیہ الرحمۃ۔ — ماموں و مرشد

سیّدی مختار اشرف مدظلہ العالی سجادہ نشین
سرکار کلاں۔ مرشد زادے
حضرت سید حامد اشرف مجذوب الہٰی۔
بڑے صاحبزادے ۔ آپ کے صاحبزادے
حضرت سید محمد عربی و حضرت سید جیلانی میاں۔
حضرت سید حسن مثنیٰ انور ایم اے علیگ۔ صاحبزادے
آپ کے صاحبزادے۔ سید خالد میاں و مولانا
سید محمد مکی میاں و دیگر تین بھائی
حضرت شیخ الاسلام سید محمد مدنی میاں صاحبزادے
حضرت غازی ملّت سید محمد ہاشمی میاں صاحبزادے
سیّدہ اقبال بانو صاحبزادی۔ آپ کے صاحبزادے
صوفی جہانگیر اشرف و مولانا سید
تنویر اشرف، مولانا سید اختر میاں۔
سیّدہ سلطانہ صاحبزادی۔ آپ کے صاحبزادے
سید بابر سول جج، پروفیسر سید
طارق سعید، ڈاکٹر سید عارف۔
پروفیسر سید امین اشرف علی گڑھ یونیورسٹی بھانجے
ڈاکٹر سید وحید اشرف مدراس یونیورسٹی بھانجے
دیگر بہت سے نواسے پوتے و متعلقین خاندان....

عُرس پاک

۱۵، ۱۶؍ رجب المرجب کو ہر سال کچھوچھا شریف
میں پورے وقار و احترام کے ساتھ تقاریب عرس
کا انعقاد ہوتا ہے۔

چل مرے خامہ بسم اللہ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم ، اَمَّا بَعْد

اہل سنّت وجماعت کی زبوں حالی اور خانماں بربادی نے آج میرے جیسے کتنے ہی حسّاس سُنیوں کو تڑپا رکھا ہوگا۔ کچھ لوگ ہیں۔ جو اپنے طور پر سُنّیوں کے درد کا مداوا کرنے اور ان کے نقصانات کی تلافی کرنے میں مصروف ہیں۔

ایسے جملہ حضرات کی کوششوں کو خدائے ذوالمنن قبول فرماتے ہوئے بار آور کرے (آمین)۔ افسوس! بے دینی اور گمراہ گری وبے راہ روی بلکہ خرمستی کا سیلاب اس درجہ بپھرا ہوا ہے کہ اعلائے کلمۂ حق کیلئے انفرادی کوششیں کرنے والوں کی مساعیٔ جمیلہ اس ہمہ گیر سیلاب کے آگے بند باندھنے اور اس کا رُخ موڑنے سے قاصر ہیں۔ دین وملّت کے بدخواہوں کی چابک دستی جوش عمل اور ان کاموں کی ہمہ گیری کے مقابلے پر اپنے رہنماؤں اور چارہ سازوں کے ـــــــ "ہنوز دلّی دوراست" کہنے اور خواب خرگوش کے مزے لینے پر دل خون کے آنسو روتا ہے اور بے اختیار زبان پر آجاتا ہے کہ اے ہمارے علمی وروحانی رہنماؤ! اور اے نائبِ رسول ہونے کے دعوے دارو!

ایسا نہ ہو یہ درد بنے دردِ لا دوا

ایسا نہ ہو کہ تم بھی مداوا نہ کر سکو

احقر بڑے ادب واحترام اور بصد عجز ونیاز آج روحانی وعلمی مسندوں کو

زینت بخشنے والے اپنے رہنماؤں اور چارہ سازوں کی خدمت میں چند گزارشات پیش کرنے کی جسارت کرتا لیکن وقت کی قلت اس وقت مانع ہے۔ اور انہیں کسی اگلی اشاعت میں پیش کرنے کی کوشش کرونگا۔" انشاء اللہ تعالیٰ" کیونکہ ۲۵ر دسمبر کو یہ کتابچہ بھی حضرت محدثِ اعظم کے عرس کے موقع پر پیش کرنا ہے۔ اِن علمی و روحانی ہستیوں سے بڑھ کر اہلِ حق و صداقت کا غم خوار و غم گسار اور کون ہوسکتا ہے؟ یہی تو وہ مبارک ہستیاں ہیں۔ جنہوں نے ہمیشہ گمراہی اور بے دینی کے سیلابوں کے آگے بند باندھا اور اِنہیں حضرات نے مسلمانوں کو اہلِ باطل کے شر سے بچا کر انہیں ہمیشہ رحمتِ دو عالم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدموں سے وابستہ رکھا ہے۔

مجھے ہے حکمِ اذاں

آج جو حضرات مسندوں پر جلوہ افروز ہیں یقیناً ان کے مبارک ہاتھ نبضِ وقت کی رفتار پر ہونگے۔ ملّتِ اسلامیہ پر منڈھلانے والے ہر عیاں و نہاں خطرے پر اُن کی نظر ہوگی۔ جسدِ ملّت کو روگی اور بے جان بنانے والے ہر قِسم کے مہلک جراثیم کو ان بزرگوں کی باریک بین نگاہوں نے تاک رکھا ہوگا۔ محمّد مصطفیٰ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بھولی بھالی بھیڑ بکریوں کے ریوڑ کے اندر اور باہر جو بھیڑیے دندناتے پھر رہے ہیں۔ یہ ان سے بے خبر نہیں ہوں گے۔ بلکہ بھیڑیوں کو ٹھکانے لگا کر ان بھولی بھالی بھیڑ بکریوں کو بے خوف کرنے کی تدابیر پر غور فرما رہے ہوں گے۔ آخر یہ بزرگ فرشتے تو ہیں نہیں کہ حجروں میں بیٹھ کر اور تسبیحیں پڑھ پڑھ کر روحانی منزلیں طے کریں۔ بلکہ یہ تو نائبِ رسول ہیں اس لیئے محمّدی کچھار کے سرہندی شیر حضرت مجدّدِ الف ثانی رحمۃ اللہ

اور ماضی قریب کے عدیم المثال (المتوفی ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء) پروانۂ شمع رسالت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء) کی طرح گمراہ گروں سے معرکہ آرا اور پنجہ آزما ہونے کیلئے یہ کہتے ہوئے میدان کارزار میں کود پڑے ہوں گے۔

اگرچہ بُت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حُکم اذاں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

ہونا تو یہی چاہیے تھا لیکن اِس ناچیز نے جب سے ہوش سنبھالا ہے اسی وقت سے یہی دیکھ رہا ہوں کہ معاملہ برعکس ہو چکا ہے حالات روز بروز بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں اور محسوس یہی ہو رہا ہے کہ ہمارے رہنما یہ جانتے ہی نہیں کہ دین و ملت کی رہنمائی کا اُن پر کیا فرض عائد ہوتا ہے۔ اور اس کی ادائیگی کی حدود کیا ہیں۔ اگر واقف ہیں تو محسوس یہی ہوتا ہے کہ جان بُوجھ کر رہنمائی کے فریضے سے سبک دوش ہو بیٹھے ہیں۔ انہیں گویا اب اپنی علمی و روحانی مسندوں کی لاج رکھنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی کیونکہ جب ائیر کنڈیشنوں میں رہ کر ادکاروں میں چل کر یا ہوائی جہازوں میں اُڑ کر بھی یہ حضرات ہر وقت روحانی منزلیں طے کر لیتے ہیں تو کسی کا غم کھانے اور دکھ درد بٹانے کی ضرورت ہی کیا رہ جاتی ہے۔؟

محسوس کچھ یوں ہوتا ہے کہ ہمارے بعض رہنما تو آخرت کے آرام پر دنیاوی آرام و راحت کو ترجیح دے بیٹھے ہیں جبکہ چند گنے چُنے بزرگ ہیں جو دنیا پر آخرت کو ترجیح دیتے ہیں لیکن بدنظمی کے باعث وہ بھی کچھ کر نہیں سکے ہیں کیونکہ ضرورت بہت زیادہ اور ان حضرات کا کام بہت کم ہے۔ ظاہر ہے کہ عام لوگ جو بزرگوں کے دامن سے وابستہ ہیں

انہوں نے بھی تو اسی راستے پر چلنا ہے جس پر ان کے رہنما چل رہے ہیں۔ یوں اکثر امام اور ان کے مقتدی حصولِ دولت کو اپنا مطمع نظر اور اپنی منزلِ مقصود بنا بیٹھے ہیں اب ؛ اَلدُّنیَا جِیفَۃٌ وَّطَالِبُھَا کِلَابٌ ! پر کون نظر رکھے گویا۔

رہِ منزل میں سب گم ہیں مگر افسوس تو یہ ہے
امیر کارواں بھی ہیں انہیں گم کردہ راہوں میں

اہلِ باطل ہر روز نئے نئے جال لگا کر اہلِ حق کا شکار کر رہے ہیں پاکستان کے اندر کروڑوں سنّیوں کو اپنی اپنی جماعت میں ملا لیا۔ ان کے جال ہی بظاہر اتنے خوشنما ہیں کہ بے خبر سُنّی خود ہی شکار ہونے کیلئے تیار ہو جاتے ہیں اور ان بچاروں کو سمجھانے اور راہِ حق پر قائم رکھنے کیلئے کوئی مردِ میدان کھڑا نہیں ہوتا۔ اس صورت حال سے پریشان ہو کر ملّتِ اسلامیہ کا درد رکھنے والے چند سر پھرے دین و ملّت کی خیر خواہی میں پاکستان کے اندر انفرادی طور پر بساط بھر جو کچھ بن پڑے کر رہے ہیں اور بہت خوب کام کر رہے ہیں۔ اہلسنت کے دانا و بینا حضرات انہیں سر آنکھوں پر جگہ دے رہے ہیں لیکن گروہِ علماء ان سے خار کھاتا ہے اور انہیں اپنے گروہ میں شمار کرتے ہوئے عار محسوس کرتا ہے۔ دین و ملّت کے اُن خیر خواہوں کو ہمارے علماء پاگلوں اور سر پھروں کے خطابات سے نوازتے رہتے ہیں اور جب زیادہ ہی موج میں آئیں تو انہیں گمراہ و بے دین بھی قرار دے دیا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنا اپنا فرض پہچاننے اور اسے ادا کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین

حضراتِ گرامی ! آج سے تقریباً پینتالیس ۴۵ سال پہلے تحریکِ پاکستان کے دوران یعنی ۲۴ تا ۲۷ ، جمادی الاول ۱۳۶۵ھ ، مطابق

۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء کو بنارس میں اہل سنت وجماعت کا آل انڈیا سنی کانفرنس (موجودہ جمعیۃ العلماء پاکستان) کے زیر اہتمام ایک چار روزہ عدیم المثال تاریخی اجتماع ہوا اس میں تحریک پاکستان کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کی خاطر اپنی تجاویز اور عزائم کا اظہار کیا گیا تھا اس وقت پورے متحدہ ہندوستان میں مدعیانِ اسلام کی تعداد دس کروڑ تھی جن میں نو ۹ کروڑ وہی سنی مسلمان تھے جن کا نام آج بد مذہبوں نے بریلوی رکھ چھوڑا ہے۔

علم وعرفان اور سیاسی بصیرت

آل انڈیا سنی کانفرنس کے صدر حضرت محدثِ اعظم کچھوچھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۱۳۸۳ھ / ۱۹۶۱ء) تھے۔
جائے غور ہے کہ حضرت صدر الافاضل حضرت علامہ مولانا نعیم الدین مرادآبادی صدر الشریعہ حضرت علامہ مولانا امجد علی اعظمی، امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری، حضرت مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مصطفیٰ رضا خاں مبلغ اسلام حضرت علامہ عبد العلیم میرٹھی، حضرت علامہ سید شاہ قمر الدین سیالوی، مفتی اعظم دہلی حضرت علامہ شاہ محمد مفتی مظہر اللہ دہلوی، اور حضرت علامہ مولانا مفتی برہان الحق جبل پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم! جو بجا طور پر آسمانِ علم وفضل کے شمس وقمر تھے۔ ان بزرگوں کی موجودگی میں جس شخص کو آل انڈیا سنی کانفرنس کا صدر بنایا گیا اس ہستی کے علم وعرفان اور سیاسی بصیرت کا کیا حال ہوگا۔؟
بنارس کی مذکورہ سنی کانفرنس میں متحدہ ہندوستان

کے پشاور سے لے کر لنکا تک کے پانچ ہزار سے زائد علماء ومشائخ شریک ہوئے اور ڈیڑھ لاکھ سے زائد سنی مسلمانوں نے شرکت کی۔ اتنا بڑا اجتماع اس سے پہلے اس ملک میں ہوا نہیں تھا۔ اُن دنوں یہ پورا ملک سُنیوں سے بھرا پڑا تھا اور دیگر تمام فرقے مل کر بھی دس فیصد سے زیادہ نہیں بنتے تھے۔ ہر جدید فرقے نے اہلِ سنت پر دن دہاڑے ڈاکے ڈالے۔ اس کے افراد کو اغوا کیا اور مسلمانوں کی اصلی جماعت اور سوادِ اعظم کو کمزور کر کے یہی ثابت کیا ہے کہ انہیں باطل سے پیار اور حق وصداقت سے خار ہے۔

برٹش گورنمنٹ کے بنائے ہوئے فرقوں والے اولیاء اللہ کے بنائے مسلمانوں اور اس ملک پر صدیوں حکومت کرنے والے اہلِ سنت وجماعت کو آج بریلوی کا نام دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ مولوی احمد رضا خاں بریلوی کا بنایا ہوا فرقہ ہے حالانکہ یہ حقیقت کو منہ چڑانا اور عوام الناس کی آنکھوں میں دھول ڈالنا ہے۔ کیونکہ امام احمد رضا خاں بریلوی جب پیدا نہیں ہوئے تھے اس وقت بھی یہ سُنی حنفی مسلمان موجود تھے۔ ستم ظریفی تو ملاحظہ ہو کہ یہ جدید فرقے جو اہلِ حق سے برسرِ پیکار رہتے ہیں اور انہیں صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کی گویا قسم کھائے ہوئے ہیں۔ ان کا وزن ہمیشہ غیر مسلموں کے پلڑے میں رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت اور عقلِ سلیم سے نوازے:۔

آمین

اہلِ سنت کی ترجمانی

بنارس سنّی کانفرنس میں خطبۂ صدارت حضرت محدثِ اعظم کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھا۔ وہی تاریخی خطبۂ ہم پھر قارئینِ کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں مذکورہ خطبے کو شایانِ شان طریقے سے تو ہم کسی اور اشاعت میں پیش کریں گے "انشاء اللہ تعالیٰ"، لیکن قلتِ وقت کے باعث یہ جس عالت میں بھی پیشِ خدمت ہے اس کے ہر جملے کے ذریعے اہلِ سنت وجماعت کے جذبات واحساسات کی ترجمانی ہورہی ہے۔ نیز یہ تاریخی خطبہ حضرت محدثِ اعظم کچھوچھوی کی سیاسی بصیرت اور دور اندیشی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس خطبے میں آپ نے یہ بھی فرمایا۔

"مجھے یاد ہے کہ ۲۰ تا ۲۳ شعبان ۱۳۶۴ھ / مطابق ۱۶ تا ۱۹، مارچ ۱۹۴۶ء کی تاریخیں تھیں، مرادآباد میں جامعہ نعیمہ کا عظیم الشان میدان تھا اور ملک وملت کے حقیقی رہنماؤں کا جمگھٹا تھا اور بحیثیت صدر مجلسِ استقبالیہ حضرت بابرکت شیخ الانام حجۃ السلام، مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب قبلہ قدس سرہٗ کا تاریخی خطبۂ استقبالیہ پڑھا جارہا تھا، جس کا لفظ لفظ آج بھی وہی معنویت اور نورِ ہدایت رکھتا ہے۔ جو اس وقت اس میں تھا اور جس کی کھلی کھلی پیشگوئیوں کو ہماری بدقسمت آنکھوں نے دیکھا اور عالمِ ربانی وعارف باللہ کے نورِ فراست

کو آخر دنیا کو مان لینا پڑا۔ جس کو یاد کر کے ہمارے دل کی گہرائیوں سے بے ساختہ آہ نکلتی ہے کہ کاش ہم درمیانی مدت کو ضائع نہ کرتے اور کاش دشمنانِ نظامِ اسلام کو ہم اسی دن پہچان گئے ہوتے تو آج ہم کتنے بلند مقام پر ہوتے اور درندگانِ زمانہ نے اسلام کی بھولی بھالی بھیڑوں کو جو شکار کر لیا ہے۔ ہم اس عظیم مصیبت سے محفوظ رہتے۔

۱۹۲۵ء میں حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء) نے بدخواہوں اور گندم نما جو فروش مسلمانوں سے خبردار رہنے کی جو تلقین فرمائی تھی اسے ہمارے اکابر نے کافی حد تک طاقِ نسیاں کی زینت بنائے رکھا اور کافی کچھ گنوا دینے کے بعد ۱۹۴۶ء میں آنکھیں کھلیں حالانکہ مفتی برہان الحق جبلپوری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۴ء) نے یکم تا ۳ جنوری ۱۹۴۰ء کو مسلم لیگ کانفرنس جبل پور کے خطبۂ صدارت میں وضاحت کے ساتھ وہی کہا تھا جو بعد میں مسلم لیگ کو لاہور کی قراردادِ مقاصد میں کہنا پڑا تھا اور مولانا عبد القدیر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ بھی مدتوں سے مسلمانوں کو بہت کچھ بتاتے آرہے تھے جو ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ اور قائد اعظم محمد علی جناح کے ان دنوں خواب و خیال میں بھی نہ تھے :۔

کوئی پُوچھنے والا نہیں

اُس وقت چبیس سال بعد ۱۹۴۶ء میں آنکھیں کھلی تھیں جس کے نتیجے میں اہلِ سنت وجماعت کے علماء ومشائخ کی سر توڑ کوششوں کے باعث مسلم لیگ کامیابی سے ہمکنار ہوئی اور ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان معرضِ وجود میں آگیا حالانکہ اس وقت کتنے ہی شیخ الاسلام، امام الہند اور امیر شریعت وغیرہ کہلانے والوں نے ہندوؤں کا حقِ نمک ادا کرتے ہوئے پاکستان کی مخالفت میں سر دھڑ کی بازی لگا رکھی تھی اور ملّتِ اسلامیہ کے یہ غدار اپنے بُت پرست آقاؤں سے بھی ملّتِ اسلامیہ اور پاکستان کی مخالفت میں بازی لے گئے تھے۔ یہ ستم ظریفی دیدنی ہے کہ ملک وملّت کے ایسے ہی دشمنوں کے کارنامے لکھ کر "بیس بڑے مسلمان" کے نام سے ضخیم کتاب لکھ کر اسی پاکستان میں پوری آن بان سے شائع کی جاتی ہے۔ کوئی پوچھنے والا نہیں کہ اب داتا گنج بخش، خواجہ معین الدین اجمیری، شیخ فرید الدین گنج شکر، حضرت نظام الدین اولیاء، حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی، اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم جیسے اکابر اولیاء اللہ بھی ان لوگوں کی معنوی ذریت کے نزدیک بڑے مسلمان نہیں رہے بلکہ اُن مہربانوں کے نزدیک اب بڑے مسلمان وہ ہوگئے ہیں جن میں بعض کو تو آج کے دن تک وہ مسلمان ثابت کر دکھانے سے عاجز رہے ہیں حالانکہ

چھپانے پہ بھی قصۂ عہدِ ماضی
چھپایا نہ جائے گا ہم سے نہ تم سے

غیر اس وقت پچیس ۲۵ سال بعد ہمارے اکابر کی آنکھیں کھل گئی تھیں لیکن ہمارے موجود اکابر کی آنکھیں تو پاکستان بن جانے کے بعد ایسی بند ہوئی ہیں کہ شاید اب قبروں میں جاکر ہی کھلیں گی۔ اپنے اکابر کو بھلا دیا۔ ملک و ملت کے محسنوں کو بھلا دیا۔ اپنے علمی و روحانی بزرگوں کو بھلا دیا، اپنے رہنمائی کے فریضے کو بھلا دیا۔ ملک و ملت کے بلکہ اپنی مسندوں کے تقدس کو فراموش کر کے خود اپنی ذات کو بھی بھلا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ دین و ملت کے بدخواہ ہر میدان پر چھا گئے ہیں۔ اہلسنت وجماعت کے بیدار مغز حضرات اس صورتِ حال سے بیحد پریشان ہیں اور دیدہ حیران ہو کر صرف یہی کہنے بنتی ہے۔

کامیاب اپنے مشن میں ہو گئے تخریب کار
وائے اک نائبِ احمد رضا جاتا رہا

بنارس کی خاموش فضائیں

یہ باتیں بر سبیل تذکرہ نوکِ قلم پر آگئی ہیں ورنہ :۔
حضرت محدثِ اعظم کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کے خطبۂ صدارت کی، جس پر بنارس کی خاموش فضائیں آج بھی مرحبا کی صدائیں بلند کر رہی ہیں۔ اس خطبے میں انہوں نے یہ بھی فرمایا تھا :۔
"قیامت یہ ہے کہ سُنیوں کو ختم کرنے کیلئے جن درندوں کو راشن دیا جاتا ہے اُن کا نام بھی سنّی رکھا گیا ہے۔

ابنِ عبدالوہاب کا پرستار اپنے کو سُنّی کہتا ہے۔ یزید و ابن سعد کا پجاری اپنے کو سُنّی کہتا ہے۔ سنیوں کو تباہ کرنے کی سازش کا نام سنّی بورڈ رکھا جاتا ہے .... یہ وہ مصیبت عظمیٰ اور قیامت کبریٰ ہے جس نے سُنیوں میں لوٹ مچا رکھی ہے۔ آج کا وہابی کل سنّی تھا۔ آج کا قادیانی کل سنی تھا، آج کا خارجی کل سنی تھا.......

برطانوی پالیسی کی پیداوار تین تین نفر کی ٹولیاں سب کچھ بن رہی ہیں امام الہند بننے کی ترکیبیں نکالی جاتی ہیں۔ امیر شریعت اپنے کو کہلایا جاتا ہے..... ہندوستان سنی مسلمانوں کا ملک تھا۔ سنیوں نے ہزاروں برس اس ملک پر حکمرانی اور اسلامی تہذیب کی بنیاد رکھی..... اہلسنت وجماعت کا مجرمانہ استعمال وہ کر رہا ہے جو سنیوں کو ہلاک کرنے پر حلف اُٹھا چکا ہے۔ ہمارے سلاطین و امراء اور خواص و عوام کی بنائی ہوئی مسجدوں پر قبضہ ہمارے دشمنوں کا ہماری تعلیم گاہوں پر جھنڈا ہمارے مخالفوں کا، ہماری خانقاہوں میں رسائی خانقاہ شکنوں کی:۔

مرض کی تشخیص......... اور علاج

سنہ ۱۹۴۶ء میں برطانوی سازش کے تحت بنائے ہوئے فرقے واقعی تین تین نفر کی ٹولیاں تھیں۔ اس وقت صوبہ سندھ، صوبہ سرحد اور صوبہ بلوچستان میں دیوبندی حضرات کا سرے سے وجود نہیں تھا، ممکن ہے کہیں دو چار فرد چھپے بیٹھے ہوں ورنہ کو دیوبندی نہیں تھا۔ پنجاب کے اندر شاید ہر لاکھ میں سے ایک دیوبندی ہوگا۔ لیکن بیالیس ۴۲ سال کے اندر پاکستان کے ان ازلی مخالفوں نے سنّی

مسلمانوں کو لبستر بند رضا کاروں کے ذریعے کلمہ و نماز کے بہانے بہکا بہکا کر محمد بن عبدالوہاب نجدی کے کیمپ میں پہنچا دیا اور آج وہ اپنی جماعت کو سواد اعظم قرار دیتے ہوئے نہیں تھکتے۔ اس صورتِ حال کی جو وجہ اس وقت تھی وہی پوری شدت کے ساتھ آج بھی ہے۔ حضرت محدثِ اعظم کچھوچھوی نے اس کا اپنے تاریخی خطبے میں یوں ذکر فرمایا تھا۔

"ظالموں کی غارت گری اور سنیوں کی بے کسی کیسی ہے؟ میرے خیال میں اس کا ایک اور صرف ایک جواب ہے کہ ہمارے سب کچھ ہے مگر ہمارا کوئی نظام نہیں ہے ہم میں کوئی رابطہ نہیں۔ ہمارا ہر ایک رہنما دوسرے کی حدود سے الگ، ہمارا سردار طبقہ ایک دوسرے سے بے خبر۔ ہمیں معلوم نہیں کہ ہم کیا ہیں، کہاں ہیں، کتنے ہیں۔"

معالج نے مرض کی تشخیص کردی تھی لیکن ہمارے چارہ سازوں نے علاج نہیں کیا یا کر نہ سکے بیالیس ۴۲ سال بیت گئے لیکن ہمارے رہنما منظم نہ ہوئے، کوئی باہمی رابطہ قائم نہ کیا۔ چال اور بھی بے ڈھنگی ہوگئی۔ کہ اب تو رہنمائی کی مسندوں کو زینت بخشنے والے ہمارے علمی و روحانی معالج کی اپنی ہی ڈفلی اور اپنا ہی راگ ہے۔ حالانکہ مذکورہ خطبے میں علاج بھی یوں تجویز فرمادیا تھا۔

"تبلیغ ہماری اور صرف ہماری دولت تھی مگر آہ کہ یہ امر اہم بے نظمی کی نظر ہوا۔ عیسائی مشنری ایک نظام کے ماتحت ہے۔ واہمہ پرست مشرکین کا منظم سنگھٹن اور شدھی کی ناپاک تحریک ہے۔ الٹی گنگا بہہ رہی ہے کہ تبلیغ جس کا حصہ ہے اس کا نہ کوئی مرکز ہے نہ انتظام ہے۔ کاش!

ایک آل انڈیا دفتر ہو ہر صوبہ میں اس کی شاخیں ہوں ہر ضلع میں اس کا آفس ہو۔ ہر تحصیل میں اس کا نظام ہو، پھر ہر قصبہ میں ایک ہی طریقہ ہو تو آپ دیکھ لیں گے کہ ملک کی مردم شماری میں غلامانِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا اضافہ کس تیزی سے ہو رہا ہے:-

یہ کس کافر ادا کا غمزۂ خوں ریز ہے ساقی

یہ ۱۹۴۶ء کی بات ہے اور اب ۱۹۸۹ء کا سال ختم ہو گیا ہے یعنی پونے چوالیس ۴۴ سال گزر چکے ہیں۔ اس طویل عرصہ میں کیا ہمارے رہنماؤں نے سُنیوں کو منظم کیا؟ کیا ہمارے رہنما خود منظم ہوئے؟ کیا موجودہ رہنماؤں اور رہبروں کا آپس میں کوئی رابطہ اور تنظیمی تعلق ہے؟ پاکستان کے اندر ان کا مرکز کس شہر میں ہے؟ اِن کا مرکزی قائد کون ہے؟ اِن حضرات کے مرکزی دفتر کا پتہ کیا ہے؟۔ اگر ان میں سے ہر بات کا جواب نفی میں ہے تو کیوں؟ کیا انہوں نے پاکستانی سنّیوں کا صفحۂ ہستی سے مٹ جانا قبول فرما لیا ہے؟ کیا سرمایہ داروں سیاست دانوں اور باطل پرستوں یعنی گمراہی کے ارکان ثلاثہ نے ان بزرگوں کو شربتِ دینار کے ساتھ خواب آور گولیاں کھلا کر غلامانِ مصطفیٰ کی موت کے کاغذ پر دستخط کروا لیے ہیں؟ آخر کوئی تو وجہ ہو گی جس کے باعث نہ یہ بزرگ خود منظم ہوتے ہیں اور نہ اہلِ سنّت وجماعت کو منظم کرنے کی طرف ایک بھی قدم بڑھاتے ہیں۔ ملّتِ اسلامیہ کی کشتی کو تلاطم خیز طوفان

کی بے رحم موجوں کے سپرد کر کے کشتیٔ ملّت کے یہ ناخدا لمبی تان کر کیوں سو گئے ہیں؟ ہائے افسوس!

متاعِ دین و دانش لٹ گئی اللہ والوں کی
یہ کس کافر ادا کا غمزۂ خوں ریز ہے ساقی

حضور والا! پورا ہندوستان سُنّیوں کا ملک تھا۔ یہاں بُت پرستوں کو حلقہ بگوشِ اسلام حضرات اولیاء اللہ نے بنایا تھا۔ سارے اولیاء اللہ سُنّی تھے۔ کیوں کہ غیر سُنّی میں نہ آج تک کوئی ولی ہُوا ہے اور نہ قیامت تک ہو سکتا ہے۔ اُس ملک پر ایک ہزار سال کے لگ بھگ سُنّی سلاطین نے پوری آن بان سے حکومت کی تھی۔ میں صرف پاکستان میں بسنے والے اپنے رہنماؤں کی خدمت میں دست بستہ عرض کرتا ہوں کہ آپ کے اور میرے بزرگوں کے بنائے ہوئے اور سُنّی عوام کے ووٹوں سے بنے ہوئے پاکستان میں سُنّیوں کا اپنا ایک بھی اخبار نہیں ہے اہلِ سنّت وجماعت کا ایک بھی قابلِ ذکر اور معیاری رسالہ نہیں ہے گویا آپ حضرات سُنّیوں کی آواز کو دفن کر دینے پر اتفاق فرما چکے ہیں۔ اس طرزِ عمل سے آپ کی بزرگی، شانِ رہنمائی، دُور اندیشی، حق پسندی، دینی بصیرت، فراستِ مومنانہ اور عقابی نظر پر کوئی حرف تو نہیں آتا؟

اسکولوں اور کالجوں کی نصابی کتابوں میں

کبھی آپ حضرات کو اس صورتِ حال پر غور فرمانے کی فرصت ملی ہے کہ سُنّیوں کے بنائے ہوئے پاکستان کے اندر ہر شعبۂ زندگی پر آج وہ لوگ چھائے ہیں جو کل قیامِ پاکستان کی مخالفت کے لئے

وقف ہو کر رہ گئے تھے۔ تحریک پاکستان کے وقت جن میں سے اکثر کا وزن پاکستان کے ازلی دشمنوں کے پلڑے میں تھا۔ آج دین و ملت کے وہ غدار اور ملتِ اسلامیہ کے بدخواہ اپنے سرغنوں پاکستان کے حقیقی بانی بتا رہے ہیں۔

اولیاء اللہ کو پسِ پشت ڈال کر گمراہی کے علمبرداروں کو بڑے مسلمان منوایا جا رہا ہے۔

کیا آپ نے ملاحظہ فرمایا ہے کہ آپ کے اسی پاکستان میں کافی مدت سے اسکولوں اور کالجوں کی نصابی کتابوں میں اُن دین فروشوں کو اسلام کا، ملتِ اسلامیہ کا اور پاکستان کے سب سے بڑے خیر خواہ اور محسن بتایا اور منوایا جا رہا ہے جو برٹش گورنمنٹ اور ہندوؤں کے وظیفوں پر زندگی گزارتے رہے اور اس کے صلے میں عمر بھر تخریب دین اور افتراق بین المسلمین کا شرمناک کھیل کھیلتے رہے تھے۔ سنیوں کے نونہال ایک مدت سے ان لوگوں کو نصابی کتب میں مسیحائے قوم اور اسلام کے مایہ ناز سپوت پڑھتے آرہے ہیں۔ خود آپ حضرات کے بچے بھی یہی پڑھتے آرہے ہیں۔ آپ یہ سب کچھ دیکھ بھال کر خاموش ہیں کیا آپ کی یہ خاموشی رضامندی کی دلیل تو نہیں ہے۔ کیا یہ برضا و رغبت سنیوں کی موت کے کاغذ پر دستخط کر دینا تو نہیں ہے۔ آپ کا یہ طرزِ عمل کہیں مسلک کے مفاد، بقا اور خود اپنے بزرگوں سے لاتعلقی کا خاموش اعلان تو نہیں ہے؟

اولیاء اللہ سارے سُنی تھے۔ غیر سُنی نہ آج تک کوئی ولی ہوا ہے۔ اور نہ قیامت تک ان میں ایک بھی ہو سکتا خواہ دیوبندیوں کی طرح اپنے مزعومہ بزرگوں کے سروں پر ہزاروں کرامتوں کا فرضی

بوجہ بھی کیوں نہ لاد دیا جائے۔ لہٰذا پاکستان میں جتنے بھی مزارات ہیں وہ سارے کے سارے سُنّیوں کے حصّیں ترنگے وہابیوں (دیوبندی[1]، اہلحدیث[2]، جماعت اسلامی[3]) کی چالبازی تو دیکھئے کہ محکمۂ اوقاف مشترکہ قائم کروادیا اور اپنی بھی چند مساجد کو اس میں شامل کرواکے پورے اوقاف اور جملہ مزارات پر قابض ہو بیٹھے حالانکہ نہ وہابیوں کا ایک بھی مزار اور نہ انھوں نے کبھی مزارات پر چڑھاوے چڑھائے۔ مزار سُنّیوں نے بنائے۔ اور قبضے وہابیوں نے جمائے۔ چڑھاوے اپنے بزرگوں کے مزارات پر سُنّی چڑھاتے ہیں لیکن ہزار حیلے بہانوں سے انہیں ترنگے وہابی (اہلحدیث[1]، دیوبندی[2]، جماعت اسلامی[3]) والے کھاتے ہیں آج گویا مزاراتِ اولیاء پر قبضہ ان لوگوں کا ہے جو مقربین بارگاہ الٰہیہ یعنی انبیائے کرام و اولیائے عظام کی دشمنی میں غیر مسلموں کو بھی پیچھے چھوڑ گئے ہیں اور جن کا قبہ شکن ہونا پوری دنیا میں مشہور ہے

تاریخی خطبے میں

حضرت محدثِ اعظم کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس خطبے میں پاکستان کی تعریف کا ذکر بھی فرمایا تھا۔ مسلم لیگ کے مختلف لیڈروں نے بھی مطلوبہ پاکستان کی تعریف بیان کی تھی۔ جس پر لونیسٹ مسلمان، ہندو لیڈروں کے نمک خوار علماء جمعیۃ العلماء ہند اور مجلس احرار کے پلیٹ فارموں سے طرح طرح کے اعتراضات کرکے زنّار داروں کا حقِ نمک ادا کرکے شیخ الاسلام، امام الہند اور امیر شریعت وغیرہ بن رہے تھے

چونکہ ماسوائے چند افراد کے جملہ اہل سنت وجماعت مطالبۂ پاکستان کے سلسلے میں مسلم لیگ کے پوری طرح ہمنوا تھے۔ جو اس وقت متحدہ ہندوستان کے جملہ مدعیانِ اسلام میں نوّے ۹۰ فیصد سے کم نہیں تھے چنانچہ آپ نے بنارس سنی کانفرنس کے پلیٹ فارم سے سنیوں کے پاکستان کی تعریف یوں بیان فرمائی تھی۔

"لیگ کے پاکستان کے متعلق دوسری قومیں کھینچتی ہیں کہ اب تک اس نے پاکستان کے معنی نہ بتائے اور جو بتائے اُلٹے پلٹے، ایک دوسرے سے لڑتے ہوئے بتائے اگر یہ صحیح ہے تو لیگ کا ہائی کمانڈ اس کا ذمہ دار ہے۔ لیکن جن سنیوں نے لیگ کے اس پیغام کو قبول کیا ہے۔ اور جس یقین پر اس مسئلہ میں لیگ کی تائید کرتے پھرتے ہیں وہ صرف اس قدر ہے کہ ہندوستان کے ایک حصہ پر اسلام کی قرآن کی آزاد حکومت ہو جس میں غیر مسلم ذمیوں کے جان ومال عزت وآبرو کو حسبِ حکم شرع امن دیجائے۔ اگر سنیوں کو اس سمجھی ہوئی تعریف کے سوا لیگ نے کوئی دوسرا راستہ اختیار کیا تو کوئی سنّی قبول نہیں کرے گا۔"

بعض حضرات کی جانب یہاں ایک اشکال پیش کیا جاتا ہے۔ کہ جب ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے پاکستان معرضِ وجود میں آیا تو حضرت محدثِ اعظم کچھوچھوی اور مطالبۂ پاکستان کی تائید کرنے والے کتنے ہی سنی علماء ہجرت کر کے پاکستان کیوں نہ آئے؟

بات دراصل یہ ہے کہ تحریکِ پاکستان کے کامیابی سے ہمکنار ہونے اور اکھنڈ بھارت کے خواب کے دفن ہوجانے

پر فرقہ پرست ہندو بھنا اُٹھے تھے جس کے باعث انہوں نے بھارتی مسلمانوں کو اپنے غیظ و غضب کا نشانہ بنانا شروع کر دیا تھا۔ اس صورتِ حال نے اہلِ سنّت کے کتنے ہی بزرگوں کو ہجرت کرنے سے روکے تھا کیونکہ ہندی مسلمانوں کی جان و مال اور عزّت و آبرو میں سے کوئی چیز بھی محفوظ نہ تھی۔ اُن بیکس مسلمانوں کے سروں پر ہاتھ رکھنا ضروری تھا۔ نیز اہلِ اسلام کی مساجد و مقابر اور خانقاہوں کو پامالی کیلئے چھوڑا نہیں جا سکتا تھا۔ اس ضرورت کے تحت سُنّیوں کے کتنے ہی بزرگ پاکستان میں منتقل نہ ہوئے اور حضرت محدثِ اعظم کچھوچھوی علیہ الرحمۃ بھی اُن میں سے ایک تھے۔

احقر کا ارادہ تھا کہ اپنے موجودہ پاکستانی علما و مشائخ کی خدمت میں دست بستہ چند سوالات پیش کرتا، جن کی روشنی میں یہ بزرگ اپنی کارکردگی کا جائزہ لے سکتے۔ راقم الحروف اِس کام کو سردست کسی اشاعت پر موقوف کرتا ہے کیونکہ مرکزی مجلسِ محدثِ اعظم کچھوچھوی کی اس پہلی پیشکش کو بعجلت شائع کرنا ہے۔ تاکہ ۲۵ دسمبر ۱۹۸۹ء کو محدثِ اعظم کانفرنس داتا دربار لاہور کے موقع پر خواص و عوام کی خدمت میں پیش کیا جا سکے:۔

محدّثِ اعظم کچھوچھوی کی قدآور ذات

گذشتہ سال ۲۵ دسمبر ۱۹۸۸ء کو بھی حضرت محدثِ اعظم ہند کچھوچھوی کانفرنس لاہور میں منعقد ہوئی تھی۔ ناچیز کے غریب خانے پر ناچیز کی اہلیہ کی تعزیت کے لئے حضرت شیخ طریقت

سید جیلانی میاں تشریف لائے۔ اس وقت حکیم الامت حکیم محمد موسیٰ امرتسری بھی تشریف فرما تھے امین الحسنات علامہ سید خلیل احمد قادری اشرفی، حاجی شیخ عبدالحمید اشرفی، صوفی محمد افضل عفائی اشرفی کی موجودگی میں حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی کے علمی وروحانی تبلیغی، قومی ودینی خدمات جلیلہ پر تحقیقی کام کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ حضرت حکیم صاحب قبلہ نے اہم گوشوں پر روشنی ڈالی۔ الغرض اس پر سبھی کا اتفاق ہوا کہ حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی جیسی قدآور ذات پر تحقیق واشاعت کے لئے ایک مجلس قائم کیجائے۔

الحمد للہ! داتا نگری لاہور کی سرزمین جو خود حضور محدث اعظم ہند کی محبوب وپسندیدہ سرزمین رہی ہے آج بھی لاہور کے موچی گیٹ، اکبری گیٹ، دہلی دروازہ، بھاٹی گیٹ، مسجد وزیر خاں، شاہی جامع مسجد، حزب الاحناف اور داتا دربار کی فضائیں سرکار محدث اعظم کی علمی گھن گرج اور ایمان افروز خطابات کی خاموش گواہ ہیں۔ ۱۹۲۵ء سے ۱۹۴۶ء کے عرصے میں سینکڑوں اجلاس سے حضرت محدث اعظم نے خطاب فرمایا۔ جس میں اکابرین اسلام کی بھاری جمعیت شریک رہا کرتی تھی، حضرت پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری، حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی، حضرت مفتی اعظم ہند بریلوی، حضرت مخدوم صدر الدین سجادہ نشین موسیٰ پاک ملتان، حضرت صدر الشریعہ امجد علی اعظمی قادری حضرت صدر الافاضل سید نعیم الدین اشرفی مرادآبادی، حضرت علامہ عبدالسلام جبل پوری، حضرت علامہ ابوالحسنات

سید محمد احمد قادری اشرفی، حضرت علامہ سید ابو البرکات سید احمد قادری اشرفی، علامہ مفتی ظفر الدین فاضل بہاری حضرت شیخ طریقت پیر سید عبد الرحمٰن بھرچونڈی شریف، حضرت علامہ سید سعید احمد کاظمی، حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی اشرفی حضرت علامہ مفتی غلام معین الدین نعیمی اشرفی، حضرت علامہ مفتی محمد عمر نعیمی، حضرت علامہ عبد الغفور ہزاروی، حضرت علامہ عبد العلیم میرٹھی، شیخ طریقت پیر شاہ زین الحسنات پیر مانکی شریف حضرت علامہ عبد الحامد قادری بدایونی، حضرت علامہ پیر سید قمر الدین سیالوی، اور بہت سے اکابرین اسلام کی موجودگی میں حضرت محدثِ اعظم ہند "میر مجلس" بنائے جاتے رہے۔

سب سے آخر میں آپ ہی کا خطاب ہوتا، اذانِ فجر سے پہلے اختتام فرماتے۔ جب بھی فرزندان توحید کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تشنگی و طلبِ مزید کا مجسمہ نظر آتا تھا۔

ہائے افسوس! اب کہاں وہ قدسی صفات حضرات جن کی بولی روح کو بالیدگی بخشے۔ جن کا کردار مشعلِ راہ بنے۔"

سید حرمت الاکرم نے حضرت محدثِ اعظم پر کیا خوب کہا ہے کہ!

داستانِ عشق کو جس نے نیا عنوان دیا
روح کو بالیدگی دی درد کا درماں دیا
جگمگایا راستے کو جلوۂ ادراک سے
رہروانِ شوق کو سرمایۂ عرفاں دیا
گمراہی لائی تھی جنکو وادئ الحاد تک"
ان کے ہاتھوں کو رسول پاک کا داماں دیا

جب سے اللہ تعالیٰ توفیق دے

ایسے مہرِ تاباں اور سالارِ حریت، رہبر و قائد، محسن و معظم کی خدماتِ عظیمہ سے کماحقّہٗ، افادہ و استفادہ سے آج تک ہم سبھی محروم رہے۔ لہٰذا طے کیا گیا کہ جہاں سے اور جب سے اللہ تعالیٰ توفیق دے کام کا آغاز کر دیا جائے۔

بحمدہٖ تعالےٰ! مخدوم الملّت حضور محدثِ اعظم ہند کچھوچھوی علیہ الرحمۃ کے لاہور سے کام کا آغاز کیا گیا۔ ۲۲ ربیع الآخر ۱۴۱۰ھ مطابق ۲۲ نومبر ۱۹۸۹ء کو بر مکان الحاج شیخ عبد الحمید اشرفی مسکنِ جیلانی ۲۱۲ اپر مال لاہور، مرکزی مجلس محدثِ اعظم کچھوچھوی کے نام ایک تحقیقی، دینی، تبلیغی و اشاعتی ادارہ قائم کیا گیا جس کے سرپرست حضرت محدثِ اعظم ہند کے نامور اور ہونہار پوتے شیخ طریقت حضرت علامہ سید محمد جیلانی اشرفی الجیلانی کچھوچھوی ہیں۔ حضرت جیلانی میاں دامت برکاتہم العالیہ کی ہمت و حوصلہ اور والہانہ لگن، پُر خلوص و بے لوث اشتراک سے کارپردازانِ مجلس کی رگوں میں تازہ خون دوڑنے لگا اور طے کیا گیا کہ ۲۵ دسمبر ۱۹۸۹ء کو لاہور میں محدث اعظم کچھوچھوی کانفرنس کا انعقاد عمل میں لایا جائے۔ اور اسی موقع پر زیرِ نظر کتاب طبع ہو کر منظرِ عام پر لائی جائے۔ مجلس کی علمی تحقیقی اور قلمی ذمہ داری اس ناچیز پر ڈالی گئی۔

احقر تقریباً ۹ سال سے بیمار چلا آرہا ہے اور ساڑھے

چار سال سے تو یہ حالت ہے کہ لکھنے پڑھنے سے بڑی حد تک مجبور ہوا پڑا ہوں لیکن یہ ذمہ داری بطیب خاطر قبول کر لی کہ شاید یہ مبارک اقدام ہی میری صحت یابی کا ضامن بن جائے۔

مجلس کی صدارت امین الحسنات حضرت مولانا سید خلیل احمد قادری اشرفی کے حصہ میں آئی۔ آپ کی دینی ملی اور قومی خدمات اظہر من الشمس ہے۔ مجلس آپ کی پُرخلوص خدمات سے ارتقا کی منزل پائے گی۔ مولانا فقیر اللہ اشرفی مجلس کے نائب صدر ہیں۔ حاجی شیخ عبد الحمید اشرفی، الحاج صوفی محمد افضل چغتائی، حاجی شیخ محمد ابراہیم، پروفیسر ریاض الدین اشرفی، یہ تمام حضرات مجلس کے بازو اور حضرت محدث اعظم ہند کے دامنِ کرم سے والبتہ ہیں جن کا اخلاص و تعاون کو قوت بخشتا بخشتا رہے گا۔

محبی محمد طاہر صدیقی اشرفی، حضرت جیلانی میاں مدظلہ العالی کی "نگاہِ کرم" کا مظہر ہیں۔ روحانی و عرفانی امانتوں کی حفاظت کا بارِ گراں بھی کاندھے پر ہے۔ انتہائی متحرک، متدین اور دین وملت کی خدمت کا حوصلہ ہائے بیکراں سینے میں رکھتے ہیں۔ مجلس میں برادر طاہر صدیقی کی موجودگی مجلس کو فعالیت بخشے گی۔

خاندانِ محدثِ اعظم ہند کچھوچھوی

جلدی جلدی میں مجلس تعارفی طور پر "محدثِ اعظم کچھوچھوی اور پاکستان" کی اشاعت کر رہی ہے، ہمیں بہت کچھ اس راہ میں کرنا ہے۔ اور بہت کچھ مضامین، مقالات مطبوعات اور ضروری مواد درکار ہیں۔ محدثِ اعظم پر مضامین و مقالات، محدثِ اعظم

کے مضامین ومقالات، خطبات، خطوط، تصنیفات، تالیفات تحریرات کی ضرورت ہے۔ محدثِ اعظم کے اکابرین ومعاصرین پر بھی مواد مطلوب ہے۔ ہمیں امید ہی نہیں یقین ہے کہ حضرت محدثِ اعظم کچھوچھوی کے صاحبزادگان وخاندان، خلفاء وتلامذہ، متعلقین ومریدین اس راہ میں ہمارے ساتھ بعجلت ممکنہ اشتراک کریں گے۔ شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی میاں ناصرِ ملت سید حسن مثنیٰ انور ایم اے علیگ، غازی ملت علامہ سید محمد ہاشمی میاں، پروفیسر سید امین اشرف مسلم یونیورسٹی علیگڑھ ڈاکٹر سید وحید اشرف مدراس یونیورسٹی اور تمامی خاندان اشرفیہ د باقیاتِ محدثِ اعظم کچھوچھوی سے پُرخلوص دپُر درد گزارش ہے کہ اسلام کے عظیم سپوت پر تحقیقی اور سوانحی کام کیلئے جو بھی مواد ومضامین وواقعات اور ماخذ ومراجع ہوں اصل یا فوٹو کاپی ہماری مجلس تک ارسال فرمانے کی زحمت کریں۔ ہم ممنون ومشکور ہونگے۔

سوادِ اعظم سے

ہم اپنے تمام علماء ومشائخ، اہل قلم وبیان حضرات، فہم وفراست صاحبانِ فکر ونظر اور اہل خیر سے بھی عرض کناں ہیں کہ وہ حضرت محدث اعظم کچھوچھوی واکابرین سوادِ اعظم پر کام کرنے کے لئے مجلس کے ساتھ علمی، قلمی، مالی اور اخلاقی تعاون فرمائیں، اہل سنت کے محسن اعظم کے خدمات کو زندہ وپائندہ رکھنے اور اس سے فیض ونور حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کریں۔

مرکزی مجلس محدث اعظم کچھوچھوی ایک تحریک ہے جو اہل سنت وجماعت کے ہر طبقے کو جگانے اور انہیں اپنا کردار ادا

کرنے کی دعوت دینے کے لیئے معرضِ وجود میں لائی گئی ہے

اس میں ہم سب کی زندگی، تابندگی اور ارجمندگی ہے۔

یاد رکھیئے! ہمیں اپنے اکابر کے کارناموں کو منظرِ عام پر لاکر بزرگوں سے اپنا رشتہ و تعلق مستحکم تر رکھنا ہوگا۔ اسی میں ہماری صلاح و فلاح ہے۔ آج برصغیر کے اہل سنت کو احساسِ محرومی اور فکرِ یتیمی اس لیئے ستا رہی ہے کہ ہم نے اپنے بزرگوں اور ان کے مجاہدانہ کارناموں اور ان کی پاک و روشن حیات و خدمات کو طاقِ نسیاں کی زینت بنا کر رکھ دیا ہے۔ صرف اور صرف اپنے کو بنانے اور منوانے میں محدود ہو کر رہ گئے ہیں۔ نتیجتاً حال کی بدحالی سامنے ہے کل کیا ہوگا۔ اللہ کی پناہ! وقت کی اہم ضرورت ہے کہ ہم سب مِل کر انتہائی سنجیدگی و دیانت کے ساتھ۔ دینی، علمی، تحقیقی، قومی اور جماعتی سطح پر منظم کام کریں اور جس سطح پر بھی ہماری جو جماعتیں، تنظیمیں، تحقیقی ادارے، علمی گوشے، دینی گہوارے کام کر رہے ہیں۔ آپسی محاذ آرائی کی بجائے اشتراک و تعاون کے جذبے کو فروغ دیں۔ وقت آگیا ہے کہ مخاصمت کو معاونت سے بدخواہی کو خیر خواہی سے تخریب کو تعمیر سے انتشار کو اتحاد سے۔ نفرت کو محبت سے، بُعد کو قرب سے، رسوائی کو سرخروئی سے، ہزیمت کو عزیمت سے، بزدلی کو حوصلگی سے، احساس محرومی کو بلند ہمتی سے بدل دیں۔ اپنی جماعت کے تمام شعبہ ہائے زندگی پر زندہ دلی اور حوصلہ مندی کا عملی ثبوت دیں۔

آج محاذ پر ہمیں کفر چیلنج کر رہا ہے۔ کفر سے کفر متحد ہو رہا ہے اور ہم سب منتشر ہو رہے ہیں، پوری دنیا سامنے ہے ہر جگہ یہی ہوشربا منظر ہے۔ انہیں حالات سے متاثر ہو کر حضرت

محدثِ اعظم کچھوچھوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا تھا۔

کفر سے کفر بغلگیر نظر آتا ہے..
کیوں نہیں ہوتے مسلماں بھی مسلماں کے قریب

خدائے ذوالمنن اپنے محبوب سیّدنا محمّد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے میں ہم سب کو دین وملّت کی خیر خواہی کا جذبہ عطا فرمائے۔

دین وملّت کی خیر خواہی میں کام کی توفیق بخشے، کفر کو ہزیمت دے اور ہماری مدد فرمائے:۔

آمین یا ارحمُ الرّاحمین وصلی اللہ تعالیٰ حبیبہٖ سیّدنا ومولانا محمّدٍ وّعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین

گدائے درِ اولیاءؒ

عبدالحکیم خان اختر عفی عنہ

مجدّدی مظہری شاہ جہاں پوری، داتا کی نگری۔ لاہور

رابطے کا پتہ

مکان نمبر: $\frac{7}{1}$ E ، فاروق کالونی، بالمقابل ورکشاپ اسٹاپ والٹن روڈ
لاہور چھاؤنی، لاہور، پاکستان

مُحدّثِ اعظمِ ہند
حیات و خدمات

از رشحاتِ قلم :- شیخ طریقت حضرت علامہ سیّد محمد جیلانی اشرف "اشرفی الجیلانی کچھوچھوی"

(نبیرۂ حضرت مُحدّثِ اعظمِ ہند کچھوچھوی)

کتنا فیروز بخت تھا وہ فرزندِ جلیل جو ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۸۹۴ء جائس شریف کی مردم خیز دھرتی پر آنکھیں کھولیں اور مُسلسل سڑسٹھ ۶۷ سال تک دین و ملت قوم و ملت کی بے لوث اور بے باک قیادت کا انمٹ فریضہ انجام دیکر ۲۵ر دسمبر ۱۹۶۱ء کو کچھوچھا شریف میں آنکھیں بند کرلیتا ہے۔

جی ہاں! اس فرزندِ جلیل کو کچھوچھا شریف میں شبیہ غوث الاعظم سیدنا اعلیٰ حضرت علامہ شاہ سید علی حسین اشرفی میاں و بحر العلوم حضرت علامہ سیّد احمد اشرف۔ حکیم الاسلام علامہ سیّد نذر اشرف علیہم الرحمۃ والرضوان کی نگاہِ کیمیا اثر نے شیخ المشائخ بنایا۔ لکھنؤ میں بحر العلوم علامہ صبغۃ اللہ و علامہ عبد الباری فرنگی محلی کے درس نے استاذ الاساتذہ بنایا۔

بریلی شریف میں: مجددِ ملت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی جلالت علمی نے فقیہِ اعظم بنایا۔

بدایوں شریف میں: مقتدرِ اعظم حضرت العلام سیدی مطیع الرسول القادری بدایونی علیہ الرحمۃ والرضوان کی تبحرِ علمی نے مُحدّثِ اعظم بنایا۔

پیلی بھیت میں: فخر المحدثین حضرت علامہ وصی احمد محدثِ سورتی کی وجاہت علمی نے معقولات ومنقولات کا امام وقت بنایا۔

علی گڑھ میں: استادِ زمن علامہ مفتی لطف اللہ علی گڑھی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ترتیبِ علمی نے مفکرِ اعظم بنایا۔

ہمارا حکم

محدثِ اعظم، مفتی اعظم، فقیہہ اعظم، محققِ اعظم، مفسرِ اعظم، مرشدِ کامل قائدِ ملت، ناشر شریعت، مبلغ انسانیت سب کچھ تھے سید محمد کچھوچھوی مگر اس کے باوجود وہ ایسے بھی تھے کہ آج تک اکابرینِ ملت ان کا ماتم ہی کر رہے ہیں۔ نہ جانے کتنے آسمان زمین پر آرہے۔ کتنے ستون گر گئے۔ کتنے آفتاب رد پوش ہوگئے۔ مگر کیسی ذات تھی جس کے خلا کو آج بھی محسوس کیا جارہا ہے اور کھلے عام تسلیم کیا جارہا ہے۔ ہمہ شما نہیں۔ اکابرین واساطین قوم وملت حضرت سید محمد کے وصال کو آج تک کیوں نہیں بھول سکے؟ ضرور کوئی بات تھی۔ اور ضرور کوئی خاص عطا تھی۔ جو معاصرین واکابرین سبھی کو ایک زبان ویک بیان کہنا پڑا کہ آج ہم میں ہمارا حکم نہ رہا:۔

۱۹۶۸ئہ یاد آتا ہے۔ جب راقم الحروف پہلی بار بمبئی پہنچا۔ سید العلماءٔ حضرت علامہ سید آل مصطفےٰ قادری برکاتی مارہروی علیہ الرحمۃ والرضوان سے ان کی قیام گاہ مسجد کھڑک دونتارہ اسٹریٹ بمبئی میں ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ تعارف ہوا تو فرطِ شفقت میں گلے لگایا۔ آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ فرمایا۔

بیٹے! نہ جانے کتنے اکابرین گئے اور جائیں گے!

مگر محدثِ اعظم ہند کا جانا اسلیئے محرومی کا
احساس دلا رہا ہے کہ وہ ہم سب کے حَکَم تھے"۔

حضرت حافظِ ملت علامہ عبد العزیز علیہ الرحمۃ شیخ الحدیث دار العلوم اشرفیہ مبارکپور یہی کہتے رہے کہ محدثِ اعظم کا وصال پوری سنیت کا علمی نقصان ضرور ہے۔ مگر اکابرین اہلسنت کا نقصان سب سے زیادہ اس لئے ہے کہ حضرت محدثِ اعظم ہند جماعت کے حَکَم تھے۔

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کو وصالِ محدثِ اعظم کے بعد یہ غم ہمیشہ ستاتا رہا ہے کہ ملت کے الجھے مسائل کو اپنے ناخنِ تدبیر سے حل کرنیوالی ذات اب ہم میں نہ رہی۔

حضرت مجاہدِ ملت علامہ شاہ حبیب الرحمٰن القادری عباسی علیہ الرحمۃ زندگی کی آخری سانس تک محدثِ اعظم ہند کی "قوتِ فیصلہ، فکری بصیرت اور تدبر و تفقہ کا ذکرِ جمیل کرتے رہے۔

مفسرِ اعظم حضرت علامہ ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں علیہ الرحمۃ اکثر فرماتے کہ محدثِ اعظم کا رخصت ہوجانا نہ صرف عالمِ اسلام کا خسارہ ہے بلکہ ہمارے خاندانِ رضویہ کا بھی ذاتی خسارہ ہے۔ جب بھی ہمارے مسائل پیچیدگی اختیار کرتے تو حضور محدثِ اعظم ہی اسے حل فرمایا کرتے تھے۔

سیج جانیئے۔ یہ حقیقت ہے اور ایسی حقیقت ہے کہ اس کا برملا اظہار اکابرینِ امت نے کیا اور اس کا بین ثبوت بھی ہے وہ یہ کہ علم و عمل کے ہمالیاؤں کے بیچ آپ محدثِ اعظم کو جب بھی دیکھیں گے تو دائرے کا نقطہ نظر آئیں گے۔ امیر الملت حضور سیدی پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری سیاح عالم حضرت علامہ عبد العلیم میرٹھی مفتی اعظم پاکستان علامہ ابو البرکات سید احمد قادری، بحر العلوم حضرت علامہ ابو الحسنات سید محمد قادری حضور مفتی اعظم ہند، صدر الافاضل حضرت علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی

صدر الشریعہ حضرت علامہ امجد علی قادری اعظمی، مجاہد ملت علامہ عبد الحامد بدایونی، حکیم الامت علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی، ملک العلماء علامہ ظفر الدین فاضل بہاری، حضرت علامہ عارف اللہ میرٹھی، مفتی اعظم ولی حضرت علامہ مفتی مظہر اللہ مجددی دہلوی، حضرت بدر طریقت پیر مہر علی شاہ گولڑوی، حضرت حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں بریلوی، حضرت علامہ عبد الباقی قادری جبلپوری، شیر بیشۂ اہلسنت حضرت علامہ حشمت علی خاں قادری، علامہ خواجہ قمر الدین سیالوی، علامہ عبد الغفور ہزاروی حضرت علامہ نور اللہ حسینی حیدر آبادی، حضرت علامہ مصباح الحسن پھپھوندوی علیہم الرحمۃ والرضوان۔ اب دیکھئے نا یہ حضرات اپنی جگہ پر آفتاب و مہتاب ہیں شریعت و طریقت کے ایک سے ایک رہبر و قائد ہیں ان میں سے ہر ایک خود اپنی ذات میں "مجلس" ہیں۔ مگر جب بھی ان اکابرین کو "میر" کی ضرورت ہوا کرتی تھی تو میر مجلس کے لیئے قرعہ فال محدث اعظم ہند کے نام نکلتا تھا۔ دل دہی، دیدہ ریزی، غم گساری اور اسلامیان عالم کے تئیں بے باک قیادت و رہبران عالم کے مابین بے لوث قوت فیصلہ دلداری، دل سوزی، تحریکی مزاج، جماعتی شعور، مقصد سے کامل وفاداری مشن سے گہری وابستگی، شریعت و طریقت کی مکمل پاسداری، دلنوازی بس یہ سب عطیۂ الٰہی تھا۔ اقبال مندی تھی۔ فیروز بختی تھی، سعادت بختی تھی

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ!

مدینے سے بس اس لیئے جا رہا ہوں

ہر کسی کی آرزو ہوتی ہے، ہر عاشق کے سینے میں یہ تمنا مچلتی رہتی ہے کہ "سرزمین مدینہ" مدفن بنے۔ دیار حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "مسکن" بنے۔ خاک طیبہ "غذائے بدن" بنے۔ کون ہے جو اس آرزو میں

نہیں جی رہا ہے ؟ کون ہے جو اس آرزو سے دست بردار ہونے کو تیار ہے۔ سب کی آرزو یہی ہے اور ہے بھی یہ مقدس آرزو ظاہر تمنا کہ مدینہ منورہ آخری آرام گاہ بنے۔ مگر قربان جائیے محدثِ اعظم ہند کے تحریکی مزاج، جماعتی شعور اور مقصد سے کامل وفاداری پر کہ جب آخری بار ۱۹۵۵ئہ میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو مصطفےٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشن پاک کی شرق وغرب میں آبیاری کے لئے اپنی حیات کے آخری لمحات کو نثار کرتے ہوئے۔ گویا ہوئے ہیں

مدینے کا کچھ کام کرنا ہے سید
مدینے سے بس اس لئے جا رہا ہوں

محدثِ اعظم ہند کی حیات وخدمات کا جائزہ لیجئے۔ آپ پر یہ حقیقت روشن ہوگی۔ کہ واقعی وہ مومن کامل، مرد مجاہد اور صاحب عزیمت تھے.... بہت کم پیدا ہوتے ہیں ایسے قدسی صفات حضرات ...زندگی کا لمحہ لمحہ اسلام کے لئے وقف رہتا ہے۔ سفر کی صعوبتیں، بیماریوں کی اذیتیں انتشار امت کی کلفتیں۔ سب کی سب منہ پھیلائے ہوئے ہیں مگر پھر بھی حضرت محدثِ اعظم ہند عزم واستقامت کے ہمالیہ نظر آتے ہیں۔ اور یہ کہہ کر آگے چل پڑتے ہیں کہ:-

جسم اگرچہ تھک گیا روح کا زور بڑھ گیا
راہ تلاشِ یار کی ماندگی نہیں

محدث اعظم اور ان سے پہلے

محدث اعظم ہونا۔ اور بحیثیتِ محدثِ اعظم اکابرین ومعاصرین کا تسلیم کرنا کیا کچھ کم ہے۔ ہرگز نہیں:

وہ محدث اعظم تھے ———— لیکن ان سے پہلے بھی محدثِ اعظم گزرے۔
وہ مفتی اعظم تھے ———— اور ان سے پہلے بھی مفتی اعظم گزرے۔

وہ فقیہ اعظم تھے ——— اور ان سے پہلے نہ جانے کتنے فقیہ اعظم گزر چکے ہیں۔

وہ مفسرِ اعظم تھے ——— اور نہ جانے کتنے ان سے پہلے مفسرِ اعظم بھی گزر چکے ہیں۔

وہ مرشد کامل تھے ——— اور نہ جانے کتنے مرشدانِ کامل خاکدان گیتی میں رہ چکے ہیں۔

وہ مبلغ اعظم تھے، وہ خطیب اعظم تھے، وہ ادیب وشاعر تھے وہ محدث، مفتی، مقرر و مصنف، صوفی و شیخ، مفکر و متقی، عابد زاہد عالم، فاضل سب کچھ تھے اور انہیں کے دور میں نہ جانے کتنے ان صفات عالیہ کے حاملین بھی گزر رہے ہیں۔ مگر جن صفاتِ ممیزہ نے حضرت محدث اعظم ہند کو موجودہ صدی میں اکابرین و عمائدین امت کی صف میں ممتاز و منفرد بنایا ہے وہ ہے ان کی "قائدانہ صلاحیتیں" عزیمانہ رہبری قومی قیادت میں بے لوچ کردار اور اصول پسندی اور ضابطہ پروری میں اپنوں اور غیروں کے ساتھ یکساں سلوک۔ یہی وجہ تھی حضرت محدث اعظم ہند کے سامنے غیر تو غیر اپنے بھی "مجال سخن" سے گھبراتے تھے، معاملہ فہمی اور حکیمانہ فکر کا یہ عالم تھا کہ مہینوں اور برسوں کے سسکتے معاملات چند ساعت میں حل پذیر ہو جاتے تھے۔ اور جو فیصلہ فرماتے اسے طرفین کو منظور ہی کرنا پڑتا تھا

با دل نخواستہ نہیں، با دل خواستہ

منظور کرتے اور مشکور بھی ہوتے

یہی وہ خوبیاں تھیں جن سے محرومی کا غم آج چھبیس ۲۶ سال ہونے کو آئے ہیں پھر اکابرین اسلامیہ کو ہے اور آئندہ بھی رہے گا۔ ایسے دیدہ ور کم پیدا ہوتے ہیں۔ اور جلد چلے بھی جاتے ہیں، اور جب چلے جاتے

ہیں تو جلد پیدا نہیں ہوتے :

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اعلان حق کے لیئے ساری کمائی

بات پر بات نکل ہی آتی ہے۔ راقم الحروف نے محدثِ اعظم ہند کی جن خصوصیات اور ممتاز صفات کا ذکر کیا ہے اس پر کسی درویش کامل کی عظیم تربیت اور خصوصی کرم کا بڑا حصہ ہے جس نے اکابرین کی صف میں "اعظم و اعلیٰ" بنایا۔

لیجیئے ملاحظہ کیجیئے۔ شیخ المشائخ اعلیٰ حضرت حضور اشرفی میاں جن کے رشد و ہدایت کے بحرِ فیضان سے چودہویں صدی ہجری کے اکابرین کی صف فیضیاب ہو چکی ہے۔ اور جس کا سلسلہ آج مخدوم المشائخ حضور سیدی مختار اشرف سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ سرکار کلاں کچھوچھہ شریف کے مقدس و طاہر وجود سے قائم و دائم ہے" اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کی پاک زندگی کے اسّی سال گزر چکے ہیں مراد آباد کی سرزمین پر علماء و مشائخ کی عظیم الشان کانفرنس ہے۔ ۱۹۲۵ء کا سال ہے اور حضرت اشرفی میاں کی صدارت، اپنے صدارتی خطبہ میں جہاں قوم و ملک اور دین و ملت کی بلندی و بہتری کے لیئے لائحہ عمل پیش فرمایا ہے۔ سوالیہ نشانات کھینچے اور ان کا حل پیش فرمایا۔ وہ تاریخی خطبہ الخطبۃ الاشرفیہ کے نام سے مئی ۱۹۲۵ء کے ماہنامہ اشرفی کچھوچھہ شریف "جس کے مدیر حضرت محدث اعظم ہند تھے"، میں اشاعت پذیر ہوا ہے۔ خطبے کے آخر میں اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمۃ الرضوان نے اپنے فرزند، جامع علوم نقلیہ و عقلیہ بحر العلوم

حضرت علامہ الحاج سید احمد اشرف "جو حضرت محدث اعظم ہند کے حقیقی ماموں اور پیر برحق بھی تھے" اور حضرت محدث اعظم ہند کے تعلق سے علماء و مشائخ اور حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے جو فرمایا ہے دراصل وہی "ماموں بھانجے" کی دینی و قومی رہبری کا نشان جلی اور اعلیٰ حضرت کی روحانی تربیت کا بین ثبوت ہے۔ ملاحظہ ہو!

مجھے جو غم کھائے جاتا ہے وہ یہ ہے کہ میری عمر کا بڑا حصہ گزر چکا ہے اور ضعیفی و ناتوانی نے اس طرح مجھکو گھیر لیا ہے کہ میں آپ ایک عضو معطل ہوکر رہ گیا ہوں۔ ہاں میری اسّی برس کی کمائی میں صرف دو چیزیں ہیں۔ جن کی قیمت کا اندازہ اگر میری نگاہ سے کریں تو ہفت اقلیم کی تاجداری ہیچ نظر آئے گی۔ یہ میری بڑی قیمتی کمائی ہے جس پر مجھکو دنیا میں ناز ہے اور آخرت میں فخر ہوگا۔ جس کو میں کبھی اپنے سے جدا نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن آج "اعلانِ حق کے لئے میں اپنی ساری کمائی" نذر کر رہا ہوں۔ میرا اشارہ پہلے اپنے لختِ جگر و نور العین مولانا الحاج ابو المحمود سید احمد اشرف اشرفی الجیلانی۔ پھر اپنے نواسہ و جگر پارہ مولانا الحاج ابو المحامد سید محمد محدث اشرفی جیلانی کی طرف ہے ان دونوں کی ذات میری ضعیفی کا سرمایا ہے۔ میں آج ان جگر کے ٹکڑوں کو نذر پیش کرتا ہوں۔ کہ اعلانِ حق میں آخری ساعت تک سنت و اہلسنت کی خدمت جو سپرد کیجائے اس میں میری تربیت و حقوق کا حق ادا کریں۔

امید ہے کہ آپ ایک متوکل درویش کی ناچیز نذر کو قبول فرما کر مجھے رب کی سرکار میں سرخرو فرمائیں گے۔ اور آپ یقین رکھیں کہ میری رات دن کی دعائیں آپ سے جدا نہ ہوگی اور آپ کا درد میرے دل سے کبھی نہ جائے گا۔ اے میرے پیارے سنیو! اور عزیز اشرفیو! خدا کرے کہ غفلت کو ہٹاؤ۔ اور ہوشیار ہو اغیار کو پہچانو۔ اپنی تنظیم کی قدر کرو۔

محبت اور اتفاق کا تخم جماؤ۔ بڑھو، پھولو، پھلو، اور تمہارے اقتدار کا پرچم زمین پر لہراتا ہو۔

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

(ماہنامہ اشرفی مئی ۱۹۲۵ء)

دیکھا آپ نے! یہی وہ روحانی تربیت گاہ ہے جس نے حضرت محدثِ اعظم ہند کو وجاہت درویشانہ بھی بخشی تھی اور شان فقیرانہ بھی؛ لکھنؤ، پیلی بھیت، بدایوں، بریلی، اور علی گڑھ کی درس گاہوں نے علم و عرفان کے جوہر نکھارے اور کچھوچھا شریف کی خانقاہ نے محدثِ اعظم کو راہِ سلوک کا تاجدار بنایا۔ اسی لیئے انہوں نے شریعت و طریقت دونوں میں وقت کے عظیم ترین اکابرین سے اکتساب فیض کیا۔ اور خوب کیا۔ اتنا حاصل کیا کہ ان اکابرین نے بیک زبان حضرت محدثِ اعظم ہند کو اپنا حاصل، بنالیا.... پھر کہنے کو جی چاہ رہا ہے کہ:۔

این سعادت بزور بازو نیست

محدثِ اعظم کی صفاتِ عالیہ

شعر و ادب! ایسی بات نہیں تھی کہ حضرت محدثِ اعظم صرف ایک محدث و مفتی ہی تھے۔ وہ سید کچھوچھوی کے روپ میں ایک نازک خیال شاعر اور صاحب طرز ادیب بھی تھے۔ ان کا دیوان "فرش پر عرش" دنیائے شعر و ادب کا گرانمایہ خزانہ ہے۔ مطالعہ کیجیئے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر صنف اور ہر بحر پر کامل دستگاہ تھی کہیں سے علامہ اقبال کا رنگ کہیں غالب و میر کی جھلک، کہیں امام احمد رضا خاں کا عشق اور کہیں حضرت محسن کاکوروی کا اسلوب، نعت و منقبت سے خصوصی لگاؤ نظر آئے گا۔ غزل و نظم پر خوب طبع آزمائی کی ہے:

عربی، فارسی، اردو و ہندی کو ایک ساتھ شعر میں بیان کرنے کا اساتذہ شعر و سخن کی روایت رہی ہے۔ حضرت سید کچھوچھوی اس میدان میں بھی ممتاز نظر آئیں گے۔ حضرت کا دیوان جو ۱۹۵۸ء میں حیات سید ہی میں طبع ہو کر منظرِ عام پر آگیا تھا نایاب تھا۔ اب اس کی طباعت کی ذمہ داری حضرت ہی کے فرزند ارجمند غازی ملت حضرت مولانا سید ہاشمی میاں صاحب نے لی ہے۔ وہ بہت جلد منظر عام پر آرہا ہے۔

حضرت کی شاعری پر زیرِ نظر شمارہ میں چند مضامین ہیں۔ آئندہ اس عنوان پر مزید کام کرنے کے لئے فرش پر عرش کی تلخیص شامل نمبر ہے۔ جسے حضرت پروفیسر سید غلام سمنانی اشرفی الجیلانی (آپ حضرت مجاہدِ دوراں مولانا سید مظفر حسین کچھوچھوی کے حقیقی بھانجے اور ذاکر حسین کالج دلّی یونیورسٹی میں لیکچرار ہیں)، کی توجہ خصوصی نے ملخّص کر کے ادارۂ المیزان کو دیا ہے۔

بین الاقوامی مسائل پر گہری نظر

بنارس کانفرس اپریل ۱۹۴۶ء کو منعقد ہوئی۔ انعقاد کانفرنس اور خیبر سے لیکر ڈھاکہ، کشمیر سے کنیا کماری تک کی خانقاہوں اور مدارس کو بنارس کی سرزمین پر جمع کرنے میں حضرت محدثِ اعظم ہند کے کلیدی رول کو ہرگز فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی الگ ایک تاریخ ہے اس پر الگ سے کام کرنے کا وسیع میدان ہے یہاں مقصود ہے ان کے خطبہ صدارت کا وہ حصہ پیش کرنا۔ جس میں حضرت محدثِ اعظم کی عالمی و بین الاقوامی مسائل پر گہری نظر کی جھلک نظر آتی ہے۔

اے ہمارے بزرگو اور مقدس رہنماؤ...... ملک بھر کے اعاظم کو زحمت دینے کی بیساختگی ہم سے اس وجہ سے ہوئی کہ واقعات نے ہمارے حواس گم کر دیے

اور اہلِ زمانہ کے غیر معمولی مظالم میں اتنی شدت، اتنی کثرت بڑھ گئی کہ ہم اپنے ہوش کو درست نہ رکھ سکے۔ حجاز مقدس جو ہم سنیوں کے ایمانیات کا گہوارہ ہے اور جس کے ذرہ ذرہ سے سنیوں کے دینی روایات وابستہ ہیں اس پر نجدی فتن و زلال کو مسلط کر دیا گیا ہے وہ ارض مقدس اب تک ان فتنوں کا آماج گاہ... فلسطین کے سنی بھائیوں پر بے رحم یہودیت ستم رانیوں کی مشق کرنے کے لیئے مسلط کی جارہی ہے ہمارے جاوا انڈونیشیا کے سنی بھائیوں پر توپ اور بم کی بارش ہو رہی ہے اور ان بے گناہوں کی خطا صرف اتنی کہ وہ سنی ہیں اور اپنے مقدس دین کی آزادی کو کسی قیمت پر چھوڑنے کو تیار نہیں ہیں۔

ہمارے ملک میں صرف اہل سنت وجماعت کو پامال کرنے کے لیئے اکثریت کا سانڈ چھوڑ دیا گیا ہے۔ اہلِ باطل کی ٹولیوں کو سنیوں پر بھونکنے کے لیئے پالا جارہا ہے اور قیامت یہ ہے کہ سنیوں کو ختم کرنے کے لیئے جن درندوں کو راشن دیا جاتا ہے اُن کا نام بھی سنی رکھا گیا ہے۔،،

(خطبۂ بنارس اپریل ۱۹۴۶ء)

عالمی مسائل پر تبصرہ کرتے ہوئے جب اپنے ملک ہندوستان کی جانب آتے ہیں اور یہاں کے حالاتِ دُروں کی حقیقت بیان کرتے ہیں تو مسلمان کہلانے والوں کے چہرے صاف نظر آنے لگتے ہیں جو قومِ مسلم میں کالی بھیڑیوں کی حیثیت سے نظر آتے ہیں۔

”ابن عبد الوہاب کا پرستار اپنے کو سنی کہتا ہے، یزید و ابن سعد کا پجاری اپنے آپکو سنی کہتا ہے۔ سنیوں کو تباہ کرنے کی سازش کا نام سنی بورڈ رکھا جاتا ہے۔ سنیوں کو اپنے ملک میں زندہ نہ رہنے دیں۔ سنیوں کو ان کے وطن سے نکالیں۔ سنیوں کے ایمانیات

پر حملہ کریں۔ سنیوں کے عقائد پر ڈاکے ڈالیں۔ سنیت کی سیاست میں روڑا اٹکائیں اور پھر بھی سنی کے سنی بنے رہیں۔ یہ وہ مصیبت عظمی اور قیامتِ کبریٰ ہے۔ جس نے سنیوں میں لوٹ مچا رکھی ہے۔ آج کا وہابی کل سنی تھا۔ آج کا قادیانی کل سنی تھا۔ آج کا خارجی کل سنی تھا۔

اس طرح سنیوں کے گھر میں آگ لگا دی گئی ہے اور ایک ایک کا شکار کھیل کر سنیوں کے خلاف شکاریوں نے مستقل سازش کر رکھی ہے کس قدر ہوشربا واقعہ ہے کہ ہندوستان سنی مسلمانوں کا ملک تھا۔ سنیوں نے ہزاروں برس اس ملک پر حکمرانی کی اور تہذیب کی بنیاد رکھی لیکن اب ان کا وجود نہ راعی کی نظر میں ہے نہ دنیا کی نگاہ۔ ہم جہانگیر و عالمگیر کے وارث کچھ نہ رہے اور برطانوی پالیسی کی پیداوار تین تین نفر کی ٹولیاں سب کچھ بن رہی ہیں۔ امام الہند بننے کی ترکیبیں نکالی جاتی ہیں امیر شریعت اپنے کو کہلایا جاتا ہے۔

(خطبۂ بنارس ۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء)

حضرت محدثِ اعظم کی شکایت برائے شکایت نہیں ہے۔ بلکہ ان کی مستقبل شناس نگاہوں نے دیکھ لیا تھا کہ مسلم قیادت کو دبوچنے والی قوتیں کس طرح نئے چولے بدل رہی ہیں اور اغیار کا آلۂ کار بن کر اسلامیانِ ہند کو مختلف خانوں میں تقسیم کر رہی ہیں ۱۹۴۵-۴۶ء ہی میں یہ زور لگا دیا تھا کہ مسلمانوں کا ایک امیر الہند ہو، ایک امیر شریعت ہو، تاکہ اس طرح بقلم خود القابات سے اپنے کو نواز کر مفاداتِ حاصلہ کے لیے کام کیا جائے۔ ۱۹۴۶ء کی یہ اسی تنگ نظر قیادت و طاقت کی دبی ہوئی چنگاری ہے جسے جمعیۃ العلماء کے موجودہ صدر مولانا اسعد مدنی نے ۱۹۸۶ء میں راکھ سے نکال کر قبر میں تیزی سے جانے کی تیاری کرنے والی ضعیف ذات مولانا حبیب الرحمن اعظمی صاحب کو امیر الہند

بنا ڈالا ہے تاکہ جلد ہی اپنے والدگرامی مولانا حسین احمد مدنی
کی دیرینہ آرزو کی تکمیل کرتے ہوئے نائب امیرالہند سے امیرالہند کی
خود ساختہ پرداختہ مسندِ جلیلہ پر متمکن ہو کر ثابت کر دیں کہ ۱۹۴۶ء
میں جو کام ان کے والد نہ کر سکے ۱۹۸۶ء میں بیٹے نے کر دکھایا۔ یہی وہ
مسلط کردہ حالات تھے جن سے متاثر ہو کر محدثِ اعظم نے اپنے خطبے میں
فرمایا:

سنیوں کے پیسے سے مدرسہ چلایا جا رہا ہے اور اس میں ایسے دل
ودماغ تیار کیئے جا رہے ہیں جو سنیوں کو ستائیں .. اسلامی اتحاد میں
انتشار پیدا کریں۔ اسلامی ہم آہنگی کو صدمہ پہنچائیں... مسجدوں پر قبضہ
ہمارے دشمنوں کا۔ ہماری تعلیم گاہوں پر جھنڈا ہمارے مخالفوں کا۔
ہماری خانقاہوں میں رسائی خانقاہ شکنوں کی... آج ختمِ نبوت کا انکار ہے
تو کل کوئی مدعی نبوت نکل پڑا ہے۔ بے دین مشرک پرست خود ہیں
اور ہم دینداروں کو بدعتی مشرک کہتے ہیں:
دین فروشی ملت فروشی وہ کریں اور سنیوں کو ملت فروش بتائیں۔
نام لیں مدح اہلبیت کا تبرا بکیں اصحاب پر۔
دعوت دیں مدح صحابہ کی اور کام کریں قدح اہلبیت کا۔
یہ تو دین پر بمباری ہے.......... (خطبۂ بنارس)

اسلامیانِ ہند کے حالات کی عکاسی

ان حالات کی منظر کشی کے بعد حضرت محدثِ اعظم ہند صرف
خاموش نہیں ہو جاتے بلکہ وہ حالات کی ناگفتہ بہی کی وجوہات پر بھی
گہری نظر رکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔
یہ ظالموں کی غارت گری اور سنیوں کی بے کسی کیسی ہے

میرے خیال میں اس کا ایک اور صرف ایک جواب ہے
کہ ہمارے پاس سب کچھ ہے مگر ہمارا کوئی نظام نہیں ہے ہم میں کوئی رابطہ نہیں ہے۔ ہمارا ہر ایک رہنما ایک دوسرے کی حدود سے الگ ہمارا اسر دار طبقہ ایک دوسرے سے بے خبر۔ ہمیں معلوم نہیں کہ ہم کیا ہیں کہاں ہیں، کتنے ہیں۔ سندھ، اہل ہند کی نگاہ میں کوئی آسمانی آبادی ہے۔ ہند، اہل سندھ کے خیال میں کرۂ ارض کے آخری سرے کا نام ہے کتنے ہمارے پنجاب میں ہیں کہ لکھنؤ دیکھا نہیں، بنارس سنا نہیں، کتنے یوپی والے ہیں کہ لاہور دیکھا نہیں، منٹگمری کو سنا نہیں:

(خطبۂ بنارس)

آل انڈیا سنی کانفرنس جس کے صدر حضرت محدث اعظم ہند اور جنرل سیکرٹری حضرت صدرالافاضل علیہ الرحمۃ سید نعیم الدین مرادآبادی تھے۔ پورے ملک ہند، سندھ، کا طوفانی دورہ فرمایا۔ خانقاہوں درس گاہوں، دانش گاہوں کے اعاظم و اکابر سے ملاقاتیں کیں۔ اور نظم و جماعت کی جانب متوجہ فرمایا اور امتِ مسلمہ کی شیرازہ بندی کی جانب ٹھوس لائحہ عمل مرتب کرنے کے لیئے ایک پرچم تلے جمع کیا۔ اور بنارس کانفرنس میں جب شرق و غرب و شمال و جنوب امڈ پڑا تو سب کے سامنے حضرت محدثِ اعظم ہند اس وقت جو اعداد و شمار پیش فرمائے۔ انہیں کی زبانی ملاحظہ کیجئے۔

آل انڈیا سنی کانفرنس کے لیئے ملک کا طوفانی دورہ کرتے ہوئے جب ہم کو یہ پتہ چلا کہ ہم دس کروڑ مدعیانِ اسلام میں سے نو کروڑ ہیں بنگال کے ایک ضلع چاٹگام اور اس کے حواشی میں سولہ سو علمائے اہلسنت مدرسین، مبلغین، مصنفین و ارباب فتاویٰ ہیں ہمارے سارے ملک میں صرف علماء کا شمار بیس ہزار سے زائد ہمارے دفتر میں آچکا ہے تو

ہم اس قدر متحیر ہوئے جسقدر ہمارے سنی بھائی ہم سے اس حقیقت کو سن کر حیران ہیں۔"

(بنارس کانفرنس)

تبلیغی نظام پر محدثِ اعظم کی نظر

بنارس کانفرنس میں اپنے خطبۂ صدارت میں حضرت محدثِ اعظم نے فرمایا۔

"ہم وہ دن دیکھنا چاہتے ہیں کہ ہمارا ہر فرد مبلغ ہو، ہماری پرانی تاریخ یہی تو تھی کہ بادشاہ مبلغ رعایا مبلغ، پیر مبلغ مرید مبلغ، سوداگر مبلغ مزدور مبلغ، کوئی مثال ہے کہ صحابۂ کرام سے دولتِ ایمان پانے والا مبلغ نہ ہوا۔ تبلیغ تو اسلام کا اصل سرمایہ ہے۔ تبلیغ تو اسلام کا دوسرا نام ہے یہودیت میں سازش کے سوا کیا دِکھاتھا۔ نصرانیت کا منتر $\frac{1}{3}$، $\frac{3}{1}$ والا کان کے سوا میدان میں کہنے والا کب تھا۔

مشرکین کے اوہام و تخیلات میں تبلیغ کی روح کیسے آئی۔ سب کے سب اپنے دین کے نام کو اپنی پرائیویٹ جائداد کی طرح چھپائے رکھتے تھے۔ کہ تبلیغ کا شہسوار اسلام میدان میں آگیا اور تبلیغ کے سورج کو چمکا دیا۔ صداقت کی روشنی کو پھیلا دیا۔ ہدایت کی تڑپ دلوں میں پیدا کر دی۔ رشد و ارشاد کا دروازہ کھول دیا۔ جن و انس کو اپنے دائرہ میں لے لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ؐ کو مامور فرمایا کہ بلغ ما انزل الیک رسولِ پاک ؐ نے اپنے وفاداروں کو حکم دیا بلغوا عنی ولو بکلمۃ۔

تبلیغ و ارشاد کی اہمیت و افادیت پر بھرپور روشنی ڈالتے ہوئے، صوفیائے کرام کے مقدس گروہ کا ذکر کیا اور جماعت کی عدم مرکزیت کی نشاندہی اور اس کا مستقل علاج تجویز فرمایا۔ ملاحظہ ہو!

"میرا جدِّ اعلیٰ جیلان میں پیدا ہوا اور گھر کو چھوڑ کر بغداد چلا گیا۔ میرے ہندوستان کا بادشاہ چشت میں پیدا ہوا اور اجمیر چلا آیا۔ میرا سلطان سمنان چھوڑ کر کچھوچھہ آیا۔ میں غوث کی بارگاہ میں سر نیاز جھکا کہ خواجہ کی خواجگی کے حضور وفاداری کا حلف اٹھا کر میں اپنے سلطان کی سرکار میں عقیدت کا نذرانہ لے کر کہتا ہوں یہ سب کچھ صرف اور صرف تبلیغِ دین کے لئے تھا۔ تبلیغ ہماری اور صرف ہماری دولت تھی۔ مگر آہ کہ یہ امر اہم بے نظمی کی نذر ہوا۔ عیسائی مشنری ایک نظام کے تحت ہے واہمہ پرست مشرکین کا منظم سنگھٹن اور شدھی کی ناپاک تحریک ہے اور الٹی گنگا ایسی بہہ رہی ہے کہ تبلیغ جس کا حصہ ہے اس کا نہ کوئی مرکز ہے نہ انتظام ہے۔ کاش ایک آل انڈیا دفتر ہو۔ ہر صوبہ میں اس کی شاخیں ہوں۔ ہر ضلع میں اس کا دفتر ہو۔ ہر تحصیل میں اس کا نظام ہو۔ ہر قریہ میں ایک ہی طریقہ کار ہو۔ تو آپ دیکھ لیں گے کہ ملک کی مردم شماری میں غلامانِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کا اضافہ کس تیزی سے ہو رہا ہے"

تعلیم و تدریس کی اہمیت اور محدثِ اعظم ہند

محدثِ اعظم ہند کے فکر رسا ذہن کی جولانیت کی حد بندی کرنا مشکل ہے۔ وہ ہر میدان اور ہر محاذ پر جامع افکار و نظریات کا کھل کر اظہار فرماتے ہیں ان کی نظر جماعت پر بھی ہے اور اہل جماعت پر بھی۔ وہ نظم و ضبط کو جہاں جماعت کی روح قرار دیتے ہیں۔ وہ تبلیغ و ہدایت کو جہاں لازمی ہوتا ہے وہیں ایک مدبرانہ انداز میں ذہنی انقلاب کا بھی نعرہ بلند کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ تعلیم ہی سے قومی دماغ کی تعمیر ہوتی ہے۔ تعلیم ہی سے قوم کو اس کے اصلی سانچے میں ڈھالا جاتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ گزشتہ ایک صدی کے اندر جتنے فرقے

برطانوی سایہ میں جنم لیا۔ وہ سب تعلیمی خامی کی ماتمی یادگار ہیں سلامتی عقل کے لئے وہ صحیح تعلیم کو بتاتے ہیں ورنہ پھر تعلیمی آوارگی رہ جاتی ہے۔ جو پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کو اسلام کی تعلیمات میں تلاش کرتا ہے۔ حضرت محدثِ اعظم ہند نے ہندوستان میں مدارس کی کثرت علماء معتدبہ تعداد اور خدماتِ دینیہ کا تفصیلی ذکر فرماتے ہوئے قوم وملت کی نباضی کا حق ادا کرتے ہوئے خطبۂ بنارس میں گویا ہیں کہ:

"مگر باوجود اس کثرت کے قابل افسوس اور لائق رنج یہ ہے کہ ان علمی درس گاہوں میں کوئی نظم وارتباط نہیں۔ ایک کو دوسرے کی خبر نہیں۔ معیارِ تعلیم میں ایک ضابطہ نہیں۔ نصاب میں یکسانیت نہیں۔ طریقِ تعلیم میں توافق نہیں۔ کاش ایک مرکز سے سب وابستہ ہوں۔ مرکز کی نگرانی میں ہر صوبے میں دفتر ہو، ہر ضلع ایک تعلیمی انسپکٹر ہو۔ ہر جگہ ایک نصاب ہو۔ ایک ہی پرچہ سوالات کا جواب ہر مدرسہ کا طالب علم دے۔ ضلع کا مدرسہ تحصیلوں میں شاخیں کھولے۔ اور تعلیم کو اس طرح گاؤں گاؤں پھیلا دیا جائے۔ کہ آنے والی نسل کا ایک فرد بھی جاہل نہ رہ جائے۔ اور چونکہ ہر مسلمان کو مسلمان ہوتے ہی صبح سے شام اور شام سے صبح کرنا ہر ہر منٹ ایک اصولی انسان کی طرح ہوتا ہے۔ برکتِ تعلیم سے ہر آن اسلامی آن بن جائے تو پھر اس آن کی ہی آن و شان ہے"

حضرت محدثِ اعظم تعلیم کی افادیت وضرورت کا کامل احساس رکھتے تھے، وہ مرض بتاکر دوا بھی تجویز فرماتے ہیں۔ وہ علومِ مغربی کو دینِ تعلیم کے ساتھ ساتھ رکھنے کے قائل تھے۔ تعلیم بالغان پر بھی ان کی نظر تھی۔ عصری علوم کی ترویج بھی وہ چاہتے تھے:

وہ یہ چاہتے تھے کہ عصری علوم اور سیاسیات واقتصادیات وغیرہ کو دینی اداروں میں جگہ دی جائے۔ حضرت محدث اعظم کی تعلیم وتعلم کی راہ میں وسیع الفکری کا یہ اقتباس ملاحظہ ہو۔

دینی تعلیم کی وسعت میں انگریزی دالوں کو لیا جائے۔ ان کو سہولت بہم پہنچائی جائے۔ آئمہ مساجد کا ایک نصاب ہو۔ اور کوئی امام بے سند رہ نہ جائے۔ بڈھوں کے لیئے شبینہ مکاتب کھولے جائیں۔ آسان زبان میں دین کی تعلیم کے لیئے کتابیں تصنیف ہوں اور ہر تصنیف پر جمہوریت اسلامیہ کی تصدیق ہو۔ علوم جدیدہ کو عربی و اردو زبان میں لایا جائے اور علماء ان سے واقف کیئے جائیں۔ سیاسیات واقتصادیات تاریخ کا مستقل کورس ہو۔ اس طرح اہلسنت کے مدرسہ اسکول، کالج، یونیورسٹی دین ودنیا کی حامل بن جائے۔ اور اس سے ایسے دل ودماغ پیدا کیئے جائیں جو صدق وصفا عدل ووفا شرم وحیاء جود وسخا، دشمنوں سے جُدا اپنوں پر فدا ہونے میں سبقت کا جذبہ رکھتے ہوں .... (خطبۂ بنارس)

مسلم پرسنل لاء اور محدثِ اعظم ہند

آج کل پورا ملک مسلم پرسنل لاء تحفظ شریعت اور اسلامی تشخص کے لیئے اُٹھ کھڑا ہوا ہے۔ چلیئے آج کے چالیس سال پہلے دیکھیں کہ کیا اس طرح کے مسائل اس دور میں بھی موجود تھے، ہمارے سامنے خطبۂ بنارس ہی ہیں مسلمانوں کے عائلی قوانین کے لیئے جو ایکٹ بنائے گئے۔ اس کے مضر اثرات پر محدثِ اعظم ہند کی نگاہ پہنچی اور انہوں نے اسی وقت کُھل کر مطالبہ کیا کہ حکومت مسلمانوں کے عائلی قوانین اور شرعی امور کے تصفیہ کے لیئے "اسلامی دار القضاۃ" بنائے۔

غیر شرعی قوانین کو ختم کرے اور تحفظِ شریعت کے لیئے حضرت محدثِ اعظم ہند کی تشویش و تجویز کا مطالبہ کرنے کے بعد کامل احساس ہوتا کہ محدثِ اعظم ہند نے غالباً آج کے دورِ ابتلاء کے لیئے ہی یہ لائحہ عمل اور شرعی منشور بنایا تھا۔ حالانکہ یہ بات ۱۹۴۶ء کی ہے اور اُس وقت کے سیاسی حالات پر مشتمل ہے۔ لیکن آپ ملاحظہ کریں تو پکار اُٹھیں گے کہ انہوں نے یہ باتیں آج کے موجودہ حالات اور موجودہ حکومت کے لیئے تحریر فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

"ہر ایک نیا نیا لائحہ عمل اپنے جی سے بناتا ہے۔ قانون ساز کونسلوں کی بلا جب سے ملک میں آئی ہے تو ان ناداروں کو دیکھ کر جن کے پاس کوئی حتمی قانون نہیں اور وہ اپنی سوسائٹی کے لیئے قانون سازی پر مجبور ہیں۔ اب مسلم نشست پر بیٹھنے والے بھی قانون سازی کے مرض میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ ہر قوم کا قانون ساز جب قانون بناتا ہے تو وہ گویا اعلان کرتا ہے کہ اس کے پاس اس بارے میں کوئی قانون نہیں۔ کیا مسلمان کہلانے والا مسلمانوں کی نمائندگی کرتا ہوا قانون سازی کرکے اسلام کو غیر مکمل قرار دینے کا حق رکھتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پھر یہ منگراسہٹ خلع بل کیا ہے؟ یہ شاردا ایکٹ میں قوم مسلم کا شمول کون سی لعنت ہے اور جہالت کا مہلک اثر یہ ہے کہ بے خبر ہیں اور اپنے کو باخبر سمجھتے ہیں۔ علم دین میں ایک اَن پڑھ سے بھی بدتر ہیں اور پھر علماء دین کے منہ آتے ہیں۔ برطانوی فقہ کے پست تصورات کا عادی اسلامی فقہ کی بلندیوں تک کیسے پہنچے؛

کمزور انسان کے بتائے ہوئے کمزور قانون سے جو روزانہ بنا بگڑا کرتے ہیں ہیشہ وارانہ الجھاؤ دماغ کو الہٹ اور الٰہی قانون تک باریاب نہیں کرتا۔ اس کام کو مرکزی دارالتصنیف اپنے ہاتھوں میں لے:۔

نظامِ طلاق و وراثت اور سارے معاملات میں اسلامی نظام کو قانون بنا دیا جائے۔ غیر مشروع قوانین کو ختم کر دیا جائے۔ مسلمانوں کے قضایا کے لئے اسلامی دار القضاء کو حکومت سے منوا دیا جائے۔ اور قانون سازی کے چسکے کو مٹا کر قانونِ اسلامی کی تنفیذ ہی مسلم نشست والوں کا کام رہ جائے۔...

(خطبہ صدارت بنارس کانفرنس ۲۷ اپریل ۱۹۴۶ء)

محدثِ اعظم ہند نے مسلم نوجوانوں کے لیئے جمنازیم کی تعلیم پر بھی زور دیا ہے۔ جسمانی صحت کی طرف خصوصی توجہ دلائی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ مدارس و خانقاہوں کیساتھ ساتھ جسمانی صحت کے لیئے "اکھاڑے" کا نظام پھیلا دیا جائے تاکہ "بنیان مرصوص" کی طرح قومی حفاظت کا ہر جگہ قلعہ تعمیر ہو جائے۔ (دیکھیئے خطبہ صدارت) آپ دیکھتے جایئے کہ حضرت محدثِ اعظم ہند کی دور بین نگاہیں زندگی کے تمام شعبوں پر پوری گیرائی و گہرائی کیساتھ پہنچی ہیں۔ اور ہر شعبہ کے لئے کامل واکمل دستگیری بھی فرمائی ہے۔ یہی وہ طرۂ امتیاز رہا جس نے حضرت محدثِ اعظم ہند کو طبقہ علماء و مشائخ میں آمد علماء و بدر طریقت تسلیم کیا گیا اور ملک و ملت کے اکابرین کی صف میں رہبرِ کامل کی حیثیت حاصل رہی:۔

محدثِ اعظم ہند کی سیاسی بصیرت

حضرت محدثِ اعظم ہند کو ملک و ملت کے قائدین اور سیاسی رہنما اپنا رہبر و قائد تسلیم کرتے تھے۔ سیاسی امور میں وہ اپنا ایک اعلیٰ مقام رکھتے تھے لیکن ایسی سیاست جو بے لگام نہ ہو۔ بے ضابطہ نہ ہو۔ بے اصولی نہ ہو۔ کیوں کہ جس سیاست میں مذہب کی لگام نہ ہو۔

جس سیاست میں دین کا ضابطہ نہ ہو۔ جس سیاست میں اصول وسلامتی کی پاسداری نہ ہو وہ سیاست، سیاست نہیں ہلاکت ہے، تباہی ہے، گمراہی اور سراسر چنگیزی ہے۔

جُدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

آزادی کی تحریک ہو کہ خلافتِ تحریک، شدھی تحریک ہو کہ قادیانی فتنہ، اہانتِ رسالت کا زلزلہ، ہر محاذ پر حضرت محدثِ اعظم ہند پامردی کے ساتھ جمے نظر آتے ہیں۔ حکومتِ برطانیہ نے جب کبھی بھی ملک وملت کے خلاف کوئی قدم اٹھایا۔ محدثِ اعظم نے سخت الفاظ میں مذمت کی۔ محدثِ اعظم کی سیاسی بصیرت دیکھ رہی تھی کہ شدھی تحریک کے پسِ پردہ ہندوستان کو جارح ہندو فرقہ پرستوں کے رحم وکرم پر چھوڑ دینے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ یہ جتنے بھی فتنے برطانوی اور سامراجی قوتوں نے ہندوستان میں اٹھا رکھے تھے سب کی کڑی "برمنگھم پیلس" ہی سے جا کر ملتی تھی۔ لہٰذا ہر آن اُمتِ مسلمہ کو محدثِ اعظم ہند نے متنبہ وآگاہ رکھا۔ اور اپنے میگزین ماہنامہ اشرفی کچھوچھہ شریف کے ذریعہ تمام فتن ودشن کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں۔ ملک کے طول وعرض کے مسلسل دورے کیئے۔ اکابرینِ اسلام کو ساتھ لیا۔ کبھی تنہا نکل پڑے۔ جماعت رضائے مصطفےٰ کی محکم صدارت کے ذریعہ حضرت محدثِ اعظم ہند نے ملتِ اسلامیہ کے سماجی، اقتصادی، تعلیمی، دینی اور سیاسی امور میں جو بے باک رہنمائی کی اور بے لوث خدماتِ جلیلہ انجام دیں۔ اس پر بہت کچھ لکھا جانے کے قابل ہے۔ کافی سے زائد مواد موجود ہیں جو محدثِ اعظم کی جلالتِ علمی تقویٰ وطہارت، عبادت وریاضت، رشد وہدایت کیساتھ ساتھ ملکی ملّی اور عالمی مسائل پر

ان کی دیدہ ریزی و دل سوزی کی منہ بولتی تصویریں ہیں۔
اگر کوئی ریسرچ اسکالر بیسویں صدی کے ابتدائی ایام میں ایشیا کے سوادِ اعظم پر کام کرنا چاہے تو حالات و واقعات کے مثبت و منفی مواد سب کچھ محدث اعظم کی تحریروں تقریروں خطبوں اور مضامین میں مل جائیں گے۔ لیجیئے آپ حضرات حضرت محدثِ اعظم کے سیاسی افکار اور ان کے تیور کو بھی ملاحظہ کرلیں؛

"دنیا کو ہمیشہ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ جس طبقہ نے عالمگیر و جہانگیر کی تلواروں پر حکومت کی، عباسیوں کی جلالت پر اپنے اقتدار کا پرچم لہرایا یعنی علمأ حق، وہ نہ کسی مغرور کے دبائے دبتے ہیں۔ نہ کسی وہمی شکتی سے الجھتے ہیں نہ کسی بدزبان بے لگام کو پرکاہ برابر سمجھتے ہیں وہ صرف اپنے خدا سے ڈرتے ہیں۔ حق گو ہیں، حق پرست ہیں اور صرف حق کا اقتدار چاہتے ہیں ...... (خطبہ بنارس)

ہندوستان کی آزادی ملی۔ صفِ اوّل میں علمأ اہلسنت جنگِ آزادی میں رہے۔ سرخیل آزادی سالارِ حریت علامہ فضلِ حق خیرآبادی نے ۱۸۵۷ء میں تحریکِ آزادی جو بیج بویا تھا اور اسے علماء حق نے اپنے خون سے سینچا تھا۔ جب تناور ہوا تو آزادی کی نعمتوں سے وہ مالامال ہوئے جنہوں نے آخری لمحات میں تحریکِ آزادی میں شمولیت اختیار کی تھی۔ بہرحال علمأ حق میدانِ عمل میں ڈٹے رہے۔ اور حالات کے تمام مصائب کا مردانہ وار مقابلہ کرتے رہے۔ آزادی ملتی ہے اور ملک کی تقسیم ہوجاتی ہے اور اس کے بعد انتہائی بھیانک، ہوشربا اور ناقابلِ بیان مصائب و آلام کے پہاڑ توڑے جاتے ہیں۔ زندگی اجیرن بنادی گئی۔ ملت پر

مایوسی کے بادل چھانے لگے۔ ایک عجیب خاموشی اور سسکتی صورتِ حال سے ملتِ اسلامیہ گزر رہی ہے۔ ایسے کربناک حالات میں حضرت محدثِ اعظم ہند کے پائیہ استقلال کو لغزش آئی پورے ملک کا دورہ شروع کیا۔ اور افرادِ ملت کو ان کی ذمہ داریاں بتائیں۔ رشد و ہدایت کے چراغ روشن رکھے۔ روحانی و عرفانی نظام کا قیام کیا۔ مدارس و مجالس کا انعقاد کرایا۔ مسلمانوں میں ہمت بندھائی اور انہیں جینے کا شعور عطا فرمایا:۔

سیاسی شعور کی ایک جھلک

آل انڈیا سنی جمیعتہ العلماء کا قیام عمل میں آتا ہے۔ حضرت محدثِ اعظم ہند سرپرست اعظم ہیں دستور بنا، جماعت سازی ہوئی اور اسی سنی جمعیت کے پرچم تلے ۱۳۷۷ھ میں بمبئی عظمی میں سہ روزہ کانفرنس ہوئی، حضرت محدثِ اعظم ہند نے جمیعتہ العلماء ہند کی قوم فروشی پر روشنی ڈالتے ہوئے سنی جمعیت کے قیام کی وجوہات بتائیں اور غلط سیاست کے مضر اثرات کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا۔

"حضرات! میں نے لفظ غلط سیاست کو استعمال کیا ہے تو میرے ذمہ ہے کہ غلط سیاست اور صحیح سیاست کو سمجھانے کی کوشش کروں۔ عہدِ حاضر میں جدید اصطلاحات میں سیاست اگر طاقت کی طرف سے ہے تو طاقت کو گیدڑ بھبکی دکھانا کمزوروں کی سیاست ہے، اعصابی جنگ، خطرناک بموں کے دھماکے نیز توڑ پھوڑ، دھواں دھار آتش بیانی اور اسی قسم کی بے شمار چیزیں اسی سیاستِ جدیدہ کے ایں قدر واں قدر نکے ہیں:۔

مگر یہ جو کچھ ہے سیاست نہیں ہے ایک قسم کا کھیل ہے اور پلیئروں کی نمائش ہے۔ اصلی سیاست تو ملک و ملت کی جان اور قوموں کی بقاء کا بیمہ اور انسانیت کے پاس ایک مقدس امانت ہے۔ جس کو کوئی اس وقت تک نہیں سمجھ سکتا جب تک کہ اسلامی تعلیمات کا گہرا مطالعہ نہ کرلے۔

حضرت شیخ سعدی شیرازی نے دو لفظوں میں ملک بے سیاست کو غیر محفوظ بتایا ہے۔ وہ سیاست اسلام سے پہلے گم ہو چکی تھی کہ مجرم اگر پوزیشن والا ہے تو قانون پر فالج گر جاتا تھا اور بیکس کا مقابلہ ہو تو قانون آہنی پنجہ بن جاتا تھا۔ راجہ اور راجا کا چہیتہ قانون سے بالا تھا۔ اور قانون پکڑ بے سہارا پر جا کے لئے تھی اسی قسم کی بے راہ روی نے جرائم کی پرورش کی اور جرم کرنا بڑوں سے چل کر چھوٹوں میں پہنچا۔ اور اس طرح خدا کی زمین لاقانونیت اور کثرت جرائم سے بھر گئی تھی کہ اصلی سیاست و حکمت کا پیغمبر تشریف لایا اور قانون کی عظمت و تقدیس کی بالاتری کر کے دکھادی۔

(خطبۂ صدارت سنی جمعیۃ العلماء کانفرنس محرم الحرام ۱۳۷۷ھ بمبئی

تاریخی نام مصحف درخشندہ)

حضرت محدث اعظم ہند کے صدارتی خطبات چاہے آزادی سے پہلے یا آزادی کے بعد کے ہوں۔ ملاحظہ کریں، آپ پر روز روشن کی طرح عیاں ہوگا۔ کہ حضرت محدث اعظم ہند میں قومی قیادت اور ملکی سیاست کے جوہر بدرجۂ اتم موجود تھے۔ خطبۂ صدارت کیا ہے۔ قوم و ملت کے لئے منشور حیات ہے ملک و ملت کی پاسبانی کا آئین ہے، جماعت و اقتدار کے لئے قابل عمل امور نگہبانی کے خطوط ہیں:-

عامۃ المسلمین کے حالات کی طرف رُخ کرتے ہیں تو پوری دیانتداری کے ساتھ تمام شعبہ ہائے زندگی کا احاطہ فرما کر رہبری فرماتے ہیں۔ اکابرین اسلام حدیث و فقہ، تفسیر و کلام، منطق و معانی، شعر و ادب، تقریر و تحریر میں اپنا ایک اعلیٰ مقام رکھنے والی ذات کو سیاست مدنیہ میں بھی کامل شعور و آگہی کا مجسمہ پاتے ہیں تو پکار اُٹھتے ہیں کہ محدث اعظم ہند چودہویں صدی ہجری کی عبقری ذات کا نام ہے۔ ایسی صاحب عزیمت قدآور اور عبقری ذات کی حیات و خدمات سے روشنی حاصل کرنا پوری "امت مسلمہ" کی نجات و فلاح کیلئے ضروری ہے۔ مولیٰ تعالیٰ بطفیل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم سبھی کو ہدایت و توفیق عطا فرمائے۔۔۔۔۔ آمین ثم آمین

فقیر اشرفی

دعا جو دعا گو

سید محمد جیلانی اشرف (اشرفی الجیلانی)

کراچی میں رابطے کا پتہ

محمد طاہر صدیقی اشرفی

سیکریٹری:۔ مرکزی مجلس محدث اعظم کچھوچھوی
کاشانۂ اشرفی ۔ سی ۔ ا ر ریلوے سوسائٹی، ابو الحسن اصفہانی روڈ
عقب حشمت میموریل اسکول، نزد ابو العُلائی مسجد، گلشن اقبال
بلاک نمبر ۳، کراچی پاکستان ۔ فون نمبر: ۴۶۱۲۳۷۴

آل انڈیا سُنی کانفرنس بنارس
منعقدہ ۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء کا

خطبہ صدارت

جمہوریت اسلامیہ

از

مخدوم الملت حضور محدث اعظم ہند کچھوچھوی (علیہ الرحمۃ والرضوان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اله العوالم رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ علی عبادہ الرَّحِیْمِ کافۃ المومنین خالق السموٰتِ والارضین مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ اللّٰھم نحن نؤمن بک وَاِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ طریق اھل السنۃ والجماعۃ والحق والیقین صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ من الیھود والمشرکین وَلَا الضَّآلِّیْنَ من النصاریٰ واھل الضلال المرتدین اٰمین اٰمین یا غیاث المستغیثین ویا اکرم الاکرمین والصلوٰۃ والسلام الاتمان الاکملان علی من ارسل الی کافۃ الخلق بشیراً ونذیراً وداعیاً الی اللہ باذنہ وسراجاً منیراً اتانا بالشرع المبین والقراٰن الحکیم المتین وبالبینات والھدیٰ فاظھر الغیوب ونور الافئدۃ والقلوب تنویراً الا انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وصحبہٖ وسلم حبل اللہ وعروتہ الوثقیٰ ونعمتہ الکبریٰ جعل اللہ تعالیٰ للخلائق اجمعین ظھیراً من اعتصم بہ فقد نجی ومن خالف فقد غویٰ فلم یجد احداً ولیاً ولا نصیراً وعلیٰ اٰلہٖ واصحابہٖ واتباعہٖ واولیاء ملتہٖ وعلماء امتہٖ وشھداء محبتہٖ صلوٰۃ وسلاماً ابداً ابداً دھراً یا کثیراً کثیراً ۔ اما بعد

ایک فریادی

مشائخ کرام، علماء اعلام، اعیان اسلام و برادران اہل سنت و جماعت! میں آپ کا ایک لمحہ بھی اس دور از کار بحث میں ضائع نہ کروں گا کہ مجلس استقبالی کی صدارت کی خدمت کے لئے میرا انتخاب قابل شکوہ ہے، یا لائق شکریہ ہے اس کو اراکین مجلس ہی جانیں۔ میں تو آج اپنی قسمت پہ نازاں ہوں کہ یہ مقدس اجتماع میرے لیئے بالکل ایسا ہے کہ ایک بیمار کو بے شمار معالجین مل گئے ہیں، ایک فریادی کو ہزاروں اصحاب عدل و داد میسر آگئے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، شعبان ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء کی تاریخیں تھیں مرادآباد میں جامعہ نعیمیہ کا عظیم الشان میدان تھا، اور ملک و ملت کے حقیقی رہنماؤں کا جھمگٹا تھا۔ اور بحیثیت صدر مجلس استقبالی حضرت بابرکت شیخ الانام حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب قبلہ قدس سرہ کا تاریخی خطبہ استقبالیہ پڑھا جا رہا تھا۔ جس کا لفظ لفظ آج بھی وہی معنویت اور نور ہدایت رکھتا ہے جو اس وقت اس میں تھا۔ اور جس کی کھلی کھلی پیشینگوئیوں کو ہماری بد قسمت آنکھوں نے دیکھا، اور عالم ربانی و عارف باللہ کے نور فراست کو آخر دنیا کو مان لینا پڑا، جس کو یاد کر کے ہمارے دل کی گہرائیوں سے بیساختہ آہ نکلتی ہے کہ کاش ہم درمیانی مدت کو ضائع نہ کرتے، اور کاش دشمنان نظام اسلام کو اسی دن پہچان گئے ہوتے، تو آج ہم کتنے بلند مقام پر ہوتے، اور درندگان زمانہ نے اسلام کی بھولی بھالی بھیڑوں کو جو شکار کر لیا ہے ہم اس عظیم مصیبت سے محفوظ رہتے (آیئے ہم آپ سورۂ فاتحہ و اخلاص کا تحفہ روح حضرت حجۃ الاسلام کو ہدیہ کریں اور ان تمام اعیان اسلام کو ہدیہ کریں جن کو ہم اس عرصہ میں گم کر چکے ہیں۔)

حضرات! زمانہ اب اس منزل سے دور نکل چکا ہے کہ اظہار مدعا سے پہلے کوئی تمہید عرض کی جائے اور منتشر تصورات کو ایک نقطہ پر جمع کرنے کے لئے خطابت کے جوہر دکھائے جائیں۔ اب تو یہی ہمارے لیل و نہار کی گردش اور یہی رات دن کا چکر، اور روزانہ نئے مظالم اور فتنوں پر نکلنے والا آفتاب اور رات نئی تاریکیوں اور ظلمتوں کا گواہ ماہتاب مسلمانوں کی

بے نظمی اور پستیوں کی بے کسی، اور اعدا کی تیاریاں، دشمنوں کی چالاکیاں، تعدادی غرور والوں کی زور آزمائیاں، سرمایہ داروں کی ستم آرائیاں، اور سب سے بڑھ کر ضمیر فروشوں کی غداریاں، اور مسلم نماؤں کی اسلام دشمنیاں جن کو ہم آج ہر ہر منٹ دیکھ رہے ہیں۔ یہی ہمارے اظہار مدعا کی تمہید ہیں، اور اب اسلامی فریضہ اجازت نہیں دیتا کہ ایک منٹ کی تاخیر اس لئے گوارا کی جائے کہ الفاظ کی الجھنوں اور عبارت آرائی کے گورکھ دھندے میں پھنسا جائے۔

آہ مظلوموں کی شرح

اے ہمارے مشائخ کرام، اور اے ہمارے علماء نائبان خیر الانام! ہم نے آپ کو زحمت دی، اور آپ نے آج کل کے سفر کی دشواریوں کو برداشت فرمایا، اپنا قیمتی وقت عطا کر ہمیں نوازا، آپ کی زیارت نے ہماری دلنوازی کی آپ کے دیدار نے ہمیں زندگی کی آس بخشی، آپ کی کرم نوازیوں پر ہم نے اپنے رب کو سجدے کیئے کہ اس نے ہم دردمندوں پر رحم فرمایا، اور ہمارے سچے رہنماؤں اور دینی قائدوں کا سایۂ کرام ہمارے سروں پر لاکر چھا دیا۔ اب ہم اس عہد کے ساتھ کہ ہم اپنے آپ کو اپنی جان کو، اپنی اولاد کو، اپنے مال کو، اپنی عزت کو آپ کے سپرد کر کے فریاد کرتے ہیں کہ آپ کے معبود برحق کے پجاریوں، وہ معبود، جسکو ہر ہر سانس میں آپ نے یاد رکھا، اور جس سے ایک آن کی غفلت آپ نے گوارا نہ کی، آپ کے رسولِ پاک کے نام لیواؤں، وہ رسول پاک، جس کے ناموس و وقار کا پرچم ہاتھوں میں، اور جس کے شہود و نمود کے جلوے آنکھوں میں، اور جس کے دیدنے اور شوکت کے سکے دلوں میں آپ نے جمائے، اس کے کلمے پڑھنے والے پھولوں کو اعدا نے خار بنا لیا ہے، رسول پاک کی بھولی بھیڑوں کی تاک میں لگ گئے ہیں، دولت پر ڈاکے، اقتدار پر بمباری، ایمان و اعتقاد پر دھاوا، عزت پر حملے، ان کی تنظیم میں انتشار و تفریق کی سازشیں، ایک مسلم قوم پر ساری دنیا ظلم و تعدی کے لئے اتر آئی ہے اور ہمارے پاس اب اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں، رہا کہ جلد سے جلد اپنے چارہ سازوں کی طرف دوڑیں، اور ان

کے دامنوں میں پناہ لیں، جنکو ہمارے مقدس اسلام نے ہمارے لئے پناہ گاہ بنایا ہے۔ ہمارے دعوت نامے بالکل صحیح طور پہ آہ مظلوماں کی شرح تھے۔ ورنہ ہندوستان نے بلکہ ساری زمین نے کب دیکھا تھا کہ دعوت دی گئی، اور اس شرط سے کہ ہم آپ کو سوکھی روٹی بھی نہ دے سکیں گے۔ قیام گاہ درختوں کے سایہ کے سوا ہمارے پاس نہیں ہے۔ جس دن محکمہ راشن نے ہم کو راشن دینے سے انکار کر دیا، اور ہم کو اعلان کر دینا پڑا کہ ہم ایک نوالہ بھی کھلا نہیں سکتے، آپ اپنا کھانا ساتھ لایئے، تو ہماری حالت عجیب تھی۔ آپ کی عظمت کا دربار ہمارے سامنے تھا۔ جہاں ہم مجرم کی طرح شرمندہ سر نیچا کیے کھڑے تھے۔ اور ہماری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ہم آپ کو کیا موتھ دکھائیں۔ بنارس کا ایک ایک سنی ایسا ہو گیا کہ گویا جسم میں جان نہیں ہماری استقبالی کا ہائی کمانڈ مولوی سلیم اللہ صاحب صدر سنی کانفرنس چوک وارڈ بنارس، خواجہ عبدالحمید صاحب، ناظم اسٹیج، مسٹر لاڈلے صاحب امیر العسکر، منظور احمد صاحب صدر سنی کانفرنس کھیلو پورہ وارڈ، ہمارے ناظم قیام گاہ داروغہ سجان علی صاحب، ہمارے ناظم مطبخ شیخ عبدالعزیز صاحب وغیرہ ان میں سے ہر ایک اپنا کھانا پینا بھول گیا، اور ہم اپنی زندگی پر خود بخود شرمندہ تھے کہ اچانک دلوں سے ہوک پر ہوک اٹھی اور بیساختہ آہ کی طرح سر اٹھا، زبان پر یا اللہ اور یا رسول اللہ آ گیا آسمانی رحمتوں کو حسرت بھری نگاہیں تکنے لگیں۔ عالم تصور کعبہ لے گیا، طیبہ لے گیا، بغداد پہنچے، اجمیر گئے سامنے آزمائش وابتلاء کی زمین آ گئی، اور کرب وبلا کا خطہ آنکھوں میں سما گیا، اور جیسے کسی نے کہدیا کہ یہ تو میدان کربلا میں تیرہ سو برس سے زیادہ ہوئے طے ہو گیا کہ دانہ پانی بند کر کے دنیا نے اہل حق کو اعلان حق سے روکنے میں کامیابی حاصل نہ کی۔ حسین کی قربانیوں نے دل تھام لیا۔ کربلا کے بے آب ودانہ شہیدوں نے ثبات قلب عطا فرمایا۔ اور ہماری عقیدت کی دنیا کا ذرہ ذرہ کہنے لگا کہ حق پرست اور مقدس صابرین ہماری بے کسی ونا اہلی پر رحم فرمائیں گے اور ہماری آہ سے ضرور تڑپیں گے، اور ہماری رہنمائی کے لئے ہمارے رہنما بلا شرط آجائیں گے، ہمارا یہ احساس جان بخش ہوا۔ یقیناً یہ غیبی آواز تھی، چنانچہ ہم دیکھے رہے ہیں، اور اے دنیا بھر کے دیکھنے والوں دیکھ لو کہ آج ہمارے رہنما ہماری فریاد پہ ہندوستان کے گوشے گوشے سے آ گئے

ہمارے اجلاس کے بینظیر اجلاس ہونے کی وجہوں میں سے سب سے زیادہ عظیم وجہ یہ بھی ہے، جس کو آج تک ہندوستان نے کبھی نہیں دیکھا، اور آئندہ ہمیشہ حیرت کرتے رہے گا۔

بنارس میں کانفرنس کیوں؟

اے ہمارے بزرگو! ممکن ہے کہ آپ کو حیرت ہو کیونکہ ہم سے ملک میں جا بجا کہا گیا کہ ہم نے فریاد کے لئے بنارس کا انتخاب کیوں کیا؟ اور ہم نے ملک کے طوفانی دورے میں سب کو یہی جواب دیا کہ ہندوستان کا نقشہ دیکھئے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ بنارس ہندوستان کا سنٹر واقع ہوا ہے۔ ہر طرف سے آنے والوں کے لئے برابر کا فاصلہ پڑتا ہے لیکن اب آپ بنارس آ چکے اور پچھم سے آنے والوں نے دیکھا کہ بنارس سے متصل وہ شہر جونپور ہے جو سلاطین شرقیہ کا دار السلطنت رہا ہے اسٹیشنوں کے اسلامی نام اکبر پور شاہ گنج، ظفر آباد، جلال گنج، خالص پور، وغیرہ راستہ میں پڑے ہوں گے۔ یورپ سے آنے والوں نے بنارس سے پہلی مغل سرائے پایا ہوگا۔ شمال سے آتے ہوئے تاجپور، یوسفپور غازی پور، سید پور ملے ہوں گے۔ دکھن میں الہ آباد، مرزا پور سے گذرے ہوں گے بنارس کے حاشیہ پر مسلمانوں کی قائم کردہ آبادیاں بتاتی ہیں کہ بنارس مسلمانان ہند کی نگاہوں میں ہمیشہ مرکز توجہ رہا ہے اور اس شہر پر کنٹرول رکھنا ہمارے موروثوں کی وراثت ہے بنارس کے گھاٹ کی زینت وہ مسجد ہے جو حضرت عالمگیر کی بلند نظری کی گواہ ہے اور وہ جامع مسجد ہے جس کی اینٹ اینٹ تاریخ کا عظیم الشان دفتر ہے دہلی کی طرح یہ بھی وہ شہر ہے۔ جہاں اب تک شاہان مغلیہ کی نسل آباد ہے ہماری مجلس استقبالیہ کے نائب صدر مرزا جہانگیر بخت لال قلعہ دہلی کے حقدار وارث اسی بنارس میں رہتے ہیں۔ بنارس کا ایک محلہ بھی ایسا نہیں جس میں گنج شہیداں نہ ہو، شہر سے جس طرف نکل جائیے کوئی نہ کوئی مسلم الثبوت عارف باللہ آسودہ زمین ہے اور سارا حاشیہ اولیا نگر ہے اور آپ جانتے ہیں کہ حاشیہ متن کی اہمیت کو بڑھاتا ہے اور اس کی گتھیوں کو سلجھاتا ہے یہی آثار صنادید ہے جو اس شہر کی دینی، سیاسی اہمیت کی معتبر اور مفصل تاریخ ہیں اور اسی روشن ماضی کے آثار سے یہ بھی ہے کہ یہ شہر برطانوی اعلان و

اصلاح میں تقریباً ایک لاکھ مدعیان اسلام پر مشتمل ہے جو عموماً تجارتی وصنعتی دنیا کے ماہر ہیں اور جن میں اہل سنت وجماعت کی تعدادی برتری بعونہ تعالیٰ نوے فیصدی ہے۔ دینی جذبہ کا اندازہ اس سے کیجئے کہ اس شہر کے مشہور سوداگر پارچہ ہماری مجلس استقبالی کے ناظم مالیات جناب اثیرالدین صاحب اور نائب ناظم جناب نذیرالدین صاحب، جو آل انڈیا سنی کانفرنس کی روح رواں ہیں وہ شہر کے دینی لیڈر بھی ہیں ایک ایک محلہ میں مشائخ کرام کی ڈیڑھ ڈیڑھ چار چار خانقاہیں ہیں۔ سلاسل اربعہ قادریہ وچشتیہ ونقشبندیہ وسہروردیہ کا فیض عام ہر طرف جاری ہے اسی شہر میں وہ خانقاہ اشرفی ہے جو علماء ومشائخ کی خدمت کرنے میں زبان زد ہے اور ہماری مجلس استقبالی کے ناظم رسل ورسائل اور ہمارے برادر طریقت شیخ عبداللہ صاحب کنٹریکٹر ڈیری اسٹیشن بنارس کینٹ کے بازوئے ہمت پر جس کی مکمل ذمہ داری ہے اس شہر میں عربی علوم کے لیے دو مشہور مدرسے ہیں ابتدائی دینی تعلیم کے ایک درجن سے زیادہ مکاتب ہیں۔ مدرسہ حمیدیہ رضویہ ومدرسہ فاروقیہ انجمن اشاعۃ الحق اہل سنت وجماعت کے مستقل ادارے ہیں۔ جن میں سے پہلا مدرسہ ہمارے محترم خازن اور آل انڈیا سنی کانفرنس کے اصل داعی حاجی جلال الدین صاحب اور ہماری مجلس استقبال کے رکن اعظم جناب عبدالقیوم صاحب صدر مدرسہ کی حوصلہ مندیوں اور دوسرا مدرسہ ہمارے سنی کانفرنس بنارس مدنپورہ وارڈ کے ناظم حاجی عبدالغفور صاحب کی جانکاہیوں کا نمونہ حسنہ ہیں۔ سرآمد شعراء علی حزیں اسی بنارس میں آکے چھپے تو جانے کا نام نہ لیا نہ جانے کس نے جانے پر اصرار کیا تو چیخ پڑے کہ ''از بنارس نروم'' اسی پچھلے عہد میں ابھی کتنے دن کی بات ہے کہ حضرت مولانا شاہ عبدالحمید صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بنارس آئے تو اپنے وطن پنجاب کو واپس نہ ہوئے اور بنارس کو وطن بنا لیا حضرت کی شہر میں بے شمار یادگاریں ہیں جن میں قابل تذکرہ وہ خانقاہ حمیدیہ بھی ہے جو تاج بابا محل کے اندر واقع ہے اسی خاندان تاج کے چشم وچراغ ہماری مجلس استقبالی کے رکن اعظم حافظ محمد اسحٰق صاحب ہیں۔ غرض بنارس کے ذرہ ذرہ میں اگر بدھ مت کی مفروضہ پرانی تاریخ ہے تو اسلام کی تہذیب کا دفتر بھی ہے اور ایسا تاریخی شہر ہے جس نے علم وعرفان، سیاست واقتدار، ادب وتمدن میں قوم مسلم سے فیضیاب ہونے میں ہمیشہ امتیازی

درجہ رکھا ہے میرا وطن کچھوچھہ شریف بنارس کا مستقل دارالشفا ہے آسیب زدہ مجانین مساجری
نہیں بلکہ سر میں درد ہو نزلہ تین دن سے زیادہ رہ گیا اور بنارسی کچھوچھہ شریف فیض آباد پہنچ
گیا، آستانہ اشرفیہ کی خاک چاٹی اور تندرست واپس ہوگیا اس کثرت سے آمد و رفت اور
یہاں سلسلہ عالیہ اشرفیہ کی وسعت کا نتیجہ ہے کہ میرے بنارسی بھائیوں نے مجھ کو بنارسی
ہی قرار دیا اور میں بحیثیت ایک بنارسی کے اپنی جماعت استقبالیہ بنارس کی ترجمانی کر رہا ہوں
میں اس موقع پر اپنے بنارسی بھائیوں کے ہم وطن قرار دینے پر فخر کرتا ہوں لیکن اس منصب
کے قبول کرنے پر شرط لگا دی ہے کہ میری کسی لغزش کی چشم پوشی اور میری کسی خطا پر پردہ
داری کی گئی تو میں میدان حشر میں دعویدار ہوں گا۔ میرے بھائیوں نے مجھ کو یقین دلایا ہے کہ
میرے قدم قدم میرے لفظ لفظ اور ہر سکون و حرکت پر ان کا مکمل کنٹرول رہے گا و للہ الحمد

اہل زمانہ کے غیر معمولی مظالم

میں خیال کرتا ہوں کہ ہندوستان کے اس تاریخی شہر کی اہمیت اسلامی سلاطین
نے اولیا و کاملین نے علماء ربانیین نے جو محسوس کی تھی اس پر مہر تصدیق ثبت فرمانے کے لئے آپ
حضرات کو یہاں مجتمع کرنا اب ایسی بات نہیں رہی جس پر ذرا بھی تعجب کیا جائے۔ اے ہمارے
بزرگوار و ہم نے آپ کو گرم موسم میں سفر کی تکلیف دی حالانکہ ہم نے اس اجتماع کے لئے ماہ صفر
تجویز کیا تھا یہ صرف اس لئے کہ ہمارے اکابر کا ایک ضروری طبقہ زیارت حرمین طیبین میں مصروف
تھا۔ جس میں ہمارے حضرت مفتی اعظم ہند وامت برکاتہم بھی تھے۔ اس لئے مجبوراً ہم نے
مارچ کا مہینہ منتخب کیا چونکہ وہ مہینہ ہندوستان کی سیاسی گرما گرمی کا زمانہ تھا الیکشن کے
اکھاڑوں، پاکستان کے نعروں، وزارتی مشن کے ہنگامہ خیزیوں نے ملک بھر کو اپنی طرف مصروف
کر لیا تھا اور ہمیں اقرار کرنے میں عذر نہیں کہ ہمارے بعض افراد نے ہم کو باغ و بہار کی بھول
بھلیوں میں بھی رکھا یہاں تک کہ اپریل کی اخیر تاریخوں اس اجتماع کی نوبت آئی اور صرف چند
دین کے دولت مندوں اور دنیا کے درویشوں نے مل کر وہ کر دکھایا جو آپ کے پیش نظر ہے
اور ہمیں ایک عظیم تجربہ کے بعد بڑی خوشی اس کی ہے و للہ المنۃ ولہ الحجۃ السامیہ۔

اے ہمارے بزرگو اور مقدس رہنماؤ ہم نے آپ لوگوں کو اس گرمی کے زمانے میں اور سفر کے ناقابل برداشت دور میں ایک بارگی ایک ساتھ ایک میدان میں رونق افروز ہونے کی زحمت کیوں دی حالانکہ آپ ہمیشہ اپنی اپنی جگہ پر رہنمائی فرماتے رہے اور ہم آپ حضرات کی خدمت میں حاضر ہو کر ہر ایک سے اپنا مداوا حاصل کر سکتے تھے۔ نہ آپ نے رہنمائی میں کبھی بخل فرمایا نہ آپ کے قدم تک پہنچنے میں ہمارے لئے کوئی رکاوٹ ہوئی با ایں ہمہ ملک بھر کے اعاظم کو زحمت دینے کی بیاختگی ہم سے اس وجہ سے ہوئی کہ واقعات نے ہمارے حواس گم کردیئے اور اہل زمانہ کے غیر معمولی مظالم میں اتنی شدت اتنی کثرت بڑھ گئی کہ ہم اپنے ہوش کو درست نہ رکھ سکے۔ حجاز مقدس جو ہم سنیوں کے ایمانیات کا گہوارہ ہے اور اس کے ذرہ ذرہ سے سنیوں کے دینی روایات وابستہ ہیں اس پر نجدی فتن و زلازل کو مسلط کر دیا گیا ہے وہ ارض مقدس اب تک ان فتنوں کا آماجگاہ ہے فلسطین کے سنی بھائیوں پر بے رحم یہودیت ستم آرائیوں کی مشق کرنے کے لئے مسلط کی جارہی ہے ہمارے جاوا انڈونیشیا کے سنی بھائیوں پر توپ اور بم کی بارش ہورہی ہے اور ان بے گناہوں کی خطا صرف اتنی ہے کہ وہ سنی ہیں اور اپنے مقدس دین کی آزادی کو کسی قیمت پر چھوڑنے کو تیار نہیں ہیں۔

اسلامی اتحاد میں انتشار

ہمارے ملک میں صرف اہلسنت و جماعت کو پامال کرنے کیلئے اکثریت کا سانڈ چھوڑ دیا گیا ہے اہل باطل کی ٹولیوں کو سنیوں پر بھونکنے کے لئے پالا جارہا ہے اور قیامت یہ ہے کہ سنیوں کو ختم کرنے کیلئے جن درندوں کو راشن دیا جاتا ہے ان کا نام بھی سنی رکھا گیا ہے ابن عبدالوہاب کا پرستار اپنے کو سنی کہتا ہے یزید و ابن سعد کا پجاری اپنے کو سنی کہتا ہے سنیوں کو تباہ کرنے کی سازشوں کا نام سنی بورڈ رکھا جاتا ہے سنیوں کو اپنے ملک میں زندہ نہ رہنے دیں، سنیوں کو ان کے وطن سے نکالیں، سنیوں کے ایمانیات پر حملہ کریں، سنیوں کے عقائد پر ڈاکے ڈالیں، سنیوں کی سیاست میں روڑا اٹکائیں اور پھر بھی سنی بنے رہیں۔ یہ وہ مصیبت عظمیٰ اور قیامت کبریٰ ہے جس نے سنیوں میں لوٹ مچا رکھی ہے آج کا وہابی کل سنی تھا، آج کا

کل سنی تھا آج کا خارجی کل کا سنی تھا۔ اس طرح سینوں کے گھر میں آگ لگادی گئی ہے اور ایک ایک کا شکار کھیل کر سنیوں کے خلاف شکاریوں نے مستقل سازشوں کر رکھی ہے اور انہیں پالتو اور شکار کیئے ہوئے افراد کے بل بوتے پر آگ مار کر لیڈر سنیوں کو آنکھیں دکھاتے ہیں سول جنگ کی دھمکی دیتے ہیں، کس قدر ہوشربا واقعہ ہے کہ ہندوستان سنی مسلمانوں کا ملک تھا سنیوں نے ہزاروں برس اس ملک پر حکمرانی کی اور تہذیب کی بنیاد رکھی لیکن اب ان کا وجود نہ رائی کی نظر میں ہے یہ دنیا کی نگاہ میں ہم جہانگیر و عالمگیر کے وارث کچھ نہ رہے اور برطانوی پالیسی کی پیداوار تین تین نفر کی ٹولیاں سب کچھ بن رہی ہیں امام الہند بننے کی ترکیبیں نکالی جاتی ہیں امیر شریعت اپنے کو کہلایا جاتا ہے، ہمارا وہ مقدس و برگزیدہ نام جو ہمارے آقا حضور پر نور محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اور ہمارا یہی مکمل پتہ بتایا تھا ما انا علیہ و اصحابی یعنی اہل سنت وجماعت اس کا مجرمانہ استعمال اپنے لیئے وہ کر رہا ہے جو سنیوں کو ہلاک کر دینے پر حلف اٹھا چکا ہے سنیوں کے پیسے سے مدرسہ چلایا جاتا ہے اور اس میں ایسے دل و دماغ تیار کیئے جا رہے ہیں جو سنیوں کو ستائیں، جمہوریت اسلامیہ سے ٹکرلیں، اسلامی اتحاد میں انتشار پیدا کریں، اسلامی ہم آہنگی کو صدمہ پہنچائیں، ہمارے سلاطین و امرا، و خواص و عوام کی بنائی ہوئی مسجدوں پر قبضہ ہمارے دشمنوں کا ہماری تعلیم گاہوں پر جھنڈا ہمارے مماربوں کا، ہماری خانقاہوں میں رسائی، خانقاہ شکنوں کی ایک بات ہو تو عرض کی جائے۔

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم؟

رسول کی امت دن دہاڑے لوٹی جاتی ہے

غضب یہ ہے کہ یہ سارے منظم فتنے اور تمام مہلک خطرے آپ کے سامنے ہیں آپ کے دیکھتے ہوئے سنیوں کا جینا دشوار ہو رہا ہے، آپ کی آنکھوں کے سامنے سنیوں پر گھیرا ڈال دیا گیا ہے اور آپ کی موجودگی میں آپ کے رسول کی امت دن دہاڑے لوٹی جاتی ہے سنیوں کی آنکھوں سے آنکھیں ملا کر ان کے سبوح و قدوس خدا جس کے سرادقات جاہ و جلال تک کسی عیب کی رسائی نہیں اس کو بالامکان جھوٹا کہا جا رہا ہے سنیوں کو ایذا دینے کے لیے فضیلت علم میں

شیطان کو رسول پر پڑھا جارہا ہے۔ رسول پاک کے علم کو پاگلوں چوپایوں کی طرح قرار دیا جاتا ہے آج ختم زمانی نبوت کا انکار ہے تو کل کوئی مدعی نبوت نکل پڑا ہے۔ بے دین مشرک پرست خود ہیں اور ہم دینداروں کو بدعتی مشرک کہتے ہیں۔ دین فروشی ملت فروشی وہ کریں اور سنیوں کو ملت فروش بتائیں نام لیں مدح اہل بیت کا تبرا بکیں اصحاب پر۔ دعوت دیں مدح صحابہ کی اور کام کریں قدح اہل بیت کا، یہ تو دین پر بمباری ہے۔ دنیا میں سنی بازار سے نکالا جا رہا ہے اس کو مقروض بنا کر دبایا جا رہا ہے، اس کی وراثت حکومت کو غصب کیا جا رہا ہے۔ آخر یہ سب کیوں ہے؟ کیا ہماری قوم میں کوئی ہمارا سردار نہیں ہے؟ یہ تو صراحۃً غلط ہے۔ بعونہ تعالیٰ ہمارے قدرتی اور خلقی سردار ہمارے علماء ہمارے مشائخ اس ملک کے زمین و آسمان کو سنبھالنے والے اتنے ہیں کہ آج تک ان کے شمار کی آخری تعداد ہزاروں کے بعد بھی معلوم نہ ہو سکی تو پھر کیا وہ ہماری سنتے نہیں یا ہمارے حال کو دیکھتے نہیں، یہ بھی غلط ہے وہ نہ سنیں تو پھر سننے والا کون ہے وہ نہ دیکھیں تو پھر دیکھنے والا کہاں رہتا ہے کیا وہ غافل ہیں یہ بھی غلط ہے جس کی گہری نیند پر غفلت کا گزر نہ ہو سکے وہ بیداری میں کیسے غافل رہے گا۔ تو کیا وہ ہم سے بے پرواہ ہیں، یہ بھی غلط ہے ہمارے لئے گاؤں گاؤں پھرنا۔ وادی وادی چوٹی چوٹی، شہر بہ شہر قریہ بقریہ پھرتے رہنا، ہمارے ایمان کو سنوارنا، ہمارے عمل کو سجانا، ہماری گمٹی ہوئی حکومت کو یاد دلانا ہماری تاریخ کو دہرانے کی سعی فرمانا اور ایسے دور میں جب پیری مریدی پر چوٹ کرنا فیشن ہو۔ دین اور علم دین کا نام لینا قہقہے کی نذر ہو۔ مشائخ کو قوم پر بار گراں کہا جا رہا ہو علماء دین پر انگشت نمائی کا دستور بنا لیا گیا ہو۔ پھر بھی دین کا ذمہ دار اور سنیوں کا سردار طبقہ ہر طعن سے بے نیاز ہو کر وہی کر رہا ہے جو ان کا منصب ہے ان کے آقا کی سلطنت مصطفویہ نے ان کو جس کرسی پر بٹھایا۔ بعونہ تعالیٰ پوری ذمہ داری کے ساتھ وہ ڈیوٹی میں لگے ہوئے ہیں ان پر فرقہ وارانہ ذہنیت کی پھبتی کسی گئی، ان کو پرانی لکیر کا فقیر کہہ کر ہنسایا گیا اور وہ کونسی اذیت ہے جو ان کو نہ پہنچی مگر مرحبا اور ہزار مرحبا بے شمار مرحبا ہے ان کے عزم و ثبات کو ہمت و استقلال کو کہ یہ مبارک طبقہ اپنے کام میں لگا رہا اور اپنے پاک مقصد سے کبھی نہ ہٹا اور اپنے مقدس فتویٰ کا ایک حرف کبھی نہ کاٹا اور اپنے علم و عمل کی یگانگت میں فرق نہ آنے دیا

یہ اسی گروہ پاک کے عزم پاک کا پاک نتیجہ ہے کہ ان کے پیغام کی بازگشت آج یونیورسٹی سے کالج سے اسکول سے کوچہ ڈبازار سے در و دیوار سے آرہی ہے اور ہندوستان کا کونسا ہی ہے جو نعرہ پاکستان سے بے خبر ہے دنیا نے بڑی تلاش کے بعد اس تخیل کی ابتدائی کڑی کا نام ڈاکٹر اقبال بتایا ہے لیکن اس کو آج سینے کہ اس پیغام کے لئے قدرت نے عہد حاضر کے ہندوستان میں جس کا انتخاب فرمایا وہ ہماری آل انڈیا سنی کانفرنس کے ناظم اعلیٰ اور بانی ہمارے صدر الافاضل استاد العلماء کی مقبول و برگزیدہ ذات گرامی ہے اور ان سے سب سے پہلے جو اس دولت کو لے کر بانٹنے لگا اس میں ڈاکٹر اقبال کی شہرت آگے نکلی۔

ہمارا کوئی نظام نہیں، کوئی رابطہ نہیں

بات دور نکل گئی میرا کہنا یہ تھا کہ ہمارے رہنما ہم سے بے پرواہ نہیں ہیں پھر کیا بے رحم ہیں! توبہ توبہ یہ کہنا تو سفید جھوٹ بولنا ہے ان کی راتیں ہمارے لئے آہ میں کٹیں ان کے دن ہمارے غم میں بسر ہوئے ان کے پاس کوئی ایسی دعا نہیں جس میں ہماری یاد نہ ہو ان کی زندگی کا کوئی ایسا لمحہ نہیں کہ ہماری تڑپ اس میں نہ ہو پھر اندھیر نگری کیوں ہے یہ ظالموں کی غارت گری اور سینوں کی بے کسی کیسی ہے میرے خیال میں اس کا ایک اور صرف ایک جواب ہے کہ ہمارے پاس سب کچھ ہے مگر ہمارا کوئی نظام نہیں ہے ہم میں کوئی رابطہ نہیں، ہمارا ہر ایک رہنما ایک دوسرا کی حدود سے الگ ہمارا امیر دار طبقہ ایک دوسرے سے بے خبر ہمیں معلوم ہی نہیں کہ ہم کیا ہیں، کہاں ہیں کتنے ہیں سنھ اہل ہند کی نگاہ میں کوئی آسمانی آبادی ہے ہندا اہل سندھ کے خیال میں کرہ زمین کے آخری سرے کا نام ہے۔ کتنے ہمارے پنجاب میں ہیں کہ لکھنؤ دیکھا نہیں، بنارس سنا نہیں کتنے یوپی والے ہیں کہ لاہور دیکھا نہیں، منٹگمری کو سنا نہیں آل انڈیا سنی کانفرنس کے لئے ملک کا طوفانی دورہ کرتے ہوئے جب ہم کو یہ پتہ چلا کہ ہم تو دس کروڑ مدعیان اسلام میں سے نو کروڑ ہیں۔ بنگال کے ایک ضلع چاٹگام اور اس کے حواشی میں سولہ سو علماء اہل سنت مدرسین مبلغین مصنفین دار باب فتاوی ہیں۔ ہمارے سارے ملک میں صرف علماء کا شمار بیس ہزار سے زائد ہمارے دفتر

میں آچکا ہے۔ توہم اس قدر متحیر ہوئے جس قدر ہمارے سنی بھائی ہم سے اس حقیقت کو سن کر حیران ہیں اگر مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا کے اس قدر لشکری منظم ہو جائیں اور اتنے کثیر تائدین کی قیادت مجتمع ہو جائے تو پھر کھلے بند غیر مسلم ہوں یا مسلم نما غیر مسلم ہوں کیا مجال کہ کوئی ہم سے ٹکرا سکے اور کیا طاقت کہ ہمارے سامنے آسکے، کشتی لڑنا اور کنارہاتھ ملانے کی جرأت نہیں کرسکتا ساری سازش تارعنکبوت ہو جائے، ساری چیخ پکار مکھی کی بھنبھناہٹ سے زیادہ دقیع نہ رہے ہم کو جب یہ محسوس ہوا تو ملک وملت ملحبۂ میں ہمارے لئے کوئی چارہ کار اس کے سوا نظر نہ آیا کہ ہم آپ سرداروں کو ایک جگہ بٹھا دیں اور خود وفاداری کا عہد کریں۔ آپ ججوں کی ایک عدالت بنائیں اور اپنی تقدیر کا فیصلہ چاہیں۔ آپ معالجین کو ایک مقام پر بٹھا کر اپنی بیماریوں کا علاج کرائیں۔ اب آپ کے کریمانہ اخلاق ہیں اور ہماری قابل رحم حالت ہے جس نے جرأت دلائی اور اللہ تعالیٰ کا ہزاروں شکر ہے کہ ہم نے مرنے سے پہلے آپ حضرات کو ایک مقام پر جمع کر دیا نہ ہم میزبان ہیں اور نہ آپ مہمان بلکہ ہم جان بلب ہیں اور آپ مسیحا دم ہیں۔ آپ ہماری کراہ سے نہ گھبرائیں آپ ہماری بے چینی سے چیں بجبیں نہ ہوں۔ ہم آپ کی خاطر کیا کر سکتے ہیں! ہمارے پاس کھلانے کو روٹی کا ایک سوکھا ٹکڑا بھی نہیں ہے ہم آپ کو کہاں ٹھہرائیں، ہمارے پاس تو پھولس کا چھپر بھی نہیں ہے اگر آپ پسند فرمائیں تو آپ کو ٹھہرانے کے لئے ہمارے خانہ دل کی ویرانیاں ہیں اور آپ کی خاطر کے لئے جان حاضر ہے جگر حاضر ہے اور پوری ذمہ داری کے ساتھ کہتا ہوں کہ سر حاضر ہے۔

تبلیغ اسلام کا اصلی سرمایہ

مشائخ عظام وعلمائے اعلام، ہم وہ دن دیکھنا چاہتے ہیں کہ ہمارا فرد مبلغ ہو ہماری پرانی تاریخ یہی تو تھی کہ بادشاہ مبلغ رعایا، مبلغ علماء، مبلغ عوام، مبلغ پیر، مبلغ مرید، مبلغ سوداگر مبلغ مزدور، مبلغ کوئی ہے جو رسول پاک کے دست پاک پر اسلام قبول کر کے مبلغ نہ بنا ہو۔ کوئی مثال ہے کہ صحابہ کرام سے دولت ایمان پانے والا مبلغ نہ ہوا ہو تبلیغ تو اسلام کا اصلی سرمایہ ہے تبلیغ تو اسلام کا دوسرا نام ہے۔ یہودیت میں سازش کے سوا کیا رکھا تھا، نصرانیت کا

منتر ۱۳ و ۱۳ والا کان کے سوا میدان میں کہنے کے قابل کب تھا، مشرکین کے اوہام و تخیلات میں تبلیغ کی روح کیسے آتی سب کے سب اپنے دین کے نام کو اپنی پرائیوٹ جائیداد کی طرح چھپائے رکھتے تھے کہ تبلیغ کا شہسوار اسلام میدان میں آگیا اور تبلیغ کے سورج کو چمکا دیا۔ صداقت کی روشنی کو پھیلا دیا۔ ہدایت کی دلوں میں تڑپ پیدا کر دی، رشد و ارشاد کا دروازہ کھول دیا۔ جن و انس کو اپنے دائرہ میں لے لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مامور فرمایا کہ بلغ ما انزل الیک رسول پاک نے اپنے وفاداروں کو حکم دیا۔ **بلغوا عنی و بکلمۃ ۔**

میرا جیلانی جیلان میں پیدا ہوا اور گھر کو چھوڑ کر بغداد چلا گیا، میرے ہندوستان کا بادشاہ چشت میں پیدا ہوا اور اجمیر چلا آیا۔ میرا سلطان سمنان چھوڑ کر کچھوچھہ آیا۔ میں غوث کی بارگاہ میں سر نیاز جھکا کر میں خواجہ کی خواجگی کے حضور وفاداری کا حلف اٹھا کر میں اپنے سلطان کی سرکار میں عقیدت کا نذرانہ لے کر کہتا ہوں کہ یہ سب کچھ صرف اور صرف تبلیغ دین کے لئے تھا۔ تبلیغ ہماری اور صرف ہماری دولت تھی۔ مگر آہ کہ یہ امر اہم بے نظمی کی نذر ہوا، عیسائی مشینری ایک نظام کے تحت ہے، داہمہ پرست مشرکین کا منظم سنگھٹن اور شدھی کی ناپاک تحریک ہے۔ اور الٹی گنگا ایسی بہہ رہی ہے کہ تبلیغ جس کا حصہ ہے اس کا نہ کوئی مرکز ہے نہ انتظام ہے۔ کاش ایک آل انڈیا دفتر ہو، ہر صوبہ میں اس کی شاخیں ہوں ہر ضلع میں اس کا آفس ہو، ہر تحصیل میں اس کا نظام ہو ہر ہر قریہ میں ایک ہی طریقہ کار ہو تو آپ دیکھ لیں گے کہ ملک کی مردم شماری میں غلامان مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کا اضافہ کس تیزی سے ہو رہا ہے۔

آنیوالی نسل کا ایک فرد بھی جاہل نہ رہے

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ملک میں صحیح تعلیم کے اداروں کی بڑی تعداد ہے ہر ہر صوبے میں کامل النصاب مدارس بکثرت موجود ہیں، اور ماشاء اللہ خوب کام کر رہے ہیں صدہا علماء سالانہ ان سے فیضیاب ہو کر ہدایت و ارشاد خلق کی خدمتیں انجام دیتے ہیں درس افتاء وعظ، مناظرہ، تبلیغ دین کے مساعی میں مصروف ہیں یہ جماعتیں نہ ہوتیں اور یہ مدارس سرگرم عمل نہ ہوتے تو اس زمانہ میں بے دینی اور بھی ترقی کرتی اور مذہب کے جاننے والے میسر

نہ آتے اور اسلامی اعمال سے دنیا ناواقف ہو جاتی۔ مگر باوجود اس کثرت کے قابل افسوس اور لائق رنج یہ ہے کہ ان علمی دینی درسگاہوں میں کوئی نظم و ارتباط نہیں۔ ایک کو دوسرے کی خبر نہیں۔ معیار تعلیم میں ایک ضابطہ نہیں، نصاب میں یکسانیت نہیں، طریق تعلیم میں توافق نہیں۔ کاش ایک مرکز سے سب وابستہ ہوں، مرکز کی نگرانی میں ہر صوبہ میں دفتر ہو، ہر ضلع کا ایک تعلیمی انسپکٹر ہو، ہر جگہ ایک نصاب ہو، ایک ہی پرچہ سوالات کا جواب ہر مدرسہ کا طالب علم دے۔ ضلع کا مدرسہ تحصیلوں میں شاخیں کھولے اور تعلیم کو اس طرح گاؤں گاؤں پھیلا دیا جائے کہ آنے والی نسل کا ایک فرد بھی جاہل نہ رہ جائے اور چونکہ ہر مسلمان کو مسلمان ہوتے ہی صبح سے شام اور شام سے صبح کرنا ہر منٹ ایک اصولی انسان کی طرح ہوتا ہے برکت تعلیم سے ہر آن اسلامی آن بن جائے تو پھر اس آن کی وہ آن و شان ہے جس کو ہم پاکستان کہتے ہیں۔ دینی تعلیم کی وسعت میں انگریزی والوں کو لیا جائے ان کو سہولت بہم پہنچائی جائے۔ ائمہ مساجد کا ایک نصاب ہو اور کوئی امام بے سند نہ رہ جائے بڈھوں کے لئے شبینہ مکاتب کھولے جائیں۔ آسان زبان میں دین کی تعلیم کے لئے کتابیں تصنیف پر جمہوریت اسلامیہ کی نگرانی ہو۔ وہی کتاب سنی پڑھے جس پر جمہوریت اسلامیہ کی تصدیق ہو۔ علوم جدید کو عربی و اردو زبان میں لایا جائے اور علماء ان سے واقف کئے جائیں۔ اور سیاسیات اقتصادیات تاریخ وغیرہ کا مستقل کورس ہو۔ سنی لائبریری، سنی مدرسہ، سنی اسکول، سنی کالج، سنی یونیورسٹی دین و دنیا کی حامل بن جائے اور اس سے ایسے دل و دماغ پیدا کئے جائیں جو صدق و صفا، عدل و وفا، شرم و حیا، جود و سخا، دشمنوں سے جدا اپنوں پر فدا ہونے میں سبقت کا جذبہ رکھتے ہوں۔ جن کا جینا و مرنا اللہ کے لئے ہو تو پھر آپ یقین رکھیں کہ خلیج بنگال اور بحیرہ ہند کی درمیانی خشکی میں پاکستان ہی پاکستان نظر آئے جو قوم علم میں عمل میں اخلاق میں پاک ہو جاتی ہے وہ جہاں قدم رکھ دیتی ہے اسکو پاکستان بنا دیتی ہے

اسلام کا روحانی و علمی نظام

حضرات! آپ پر روشن ہے کہ سینوں کی ساری کمزوریاں اسی صحیح تعلیم

کی کمی کا نتیجہ ہے علم درست طور پر آجائے تو خود معلوم ہو جائے گا کہ دوسرے ادیان و مذاہب کی طرح اسلام نہیں ہے کہ کچھ عقائد کچھ خیالات کچھ اوہام پر اعتکاف کرکے اس کا نام دین رکھ لیا جائے اسلام تو خود حقائق کے اعتراف کے ساتھ اپنے پیرو کو میدان عمل میں کھڑا کر دیتا ہے عقیدہ توحید سے لے کر معاد کی تمام تفصیلات کو اس لئے منواتا ہے کہ جو کچھ مانا ہے اس کو کر کے دکھاتا ہے، اسلام انسان کو عملی انسان بناتا ہے دینداری کی سند حسن کردار پر دیتا ہے صاحب تخت و تاج ہو یا مسکین و محتاج، سب کے لئے اسلام نے مکمل پروگرام بنا دیا ہے یہ اسلام کا وسیع روحانی نظام ہے جس نے خدا کی پرستش کو رکوع و سجود میں محدود نہیں کیا۔ اور نہ مسجد ہی کو اس کے لئے خاص کیا بلکہ اسلام سونے کو جاگنے کو چلنے پھرنے کو جم کر بیٹھنے کو کھانے پینے کو اہل و عیال کی نگرانی کو بال بچوں کی پرورش کو، صنعت و حرفت کو کاروبار، تجارت کو مزدوری و محنت کو خلق کی خدمت کو بزم کو رزم کو سب کو عبادت بنا دیتا ہے۔ یہ اسلام نے بتایا ہے کہ عبادت بازاروں میں بھی ہوتی ہے اور کارخانوں میں بھی ہوتی ہے ارکان صوم و صلوٰۃ و حج و زکوٰۃ سے بھی ہوتی ہے اور قلم کی رفتار اور تلوار کی جھنکار سے بھی ہوتی ہے ڈنڈوں اور ڈھیلوں سے بھی ہوتی ہے، اور کشتی کے اکھاڑوں میں بھی ہوتی ہے ایک مسلمان اپنی زندگی کے ہر لمحہ میں اسلام کی بدولت خدا کو پوجتا ہے، پھر اسلام نے قبائل کے خون کی حفاظت کے ساتھ ساتھ انسانی برادری کا پیغام دیا ہے اور مفروضہ تفاوت مدارج کو میٹ کر اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ فرما کر برتری کا مدار عمل صالح پر رکھ دیا ہے۔ اسلام کے پروگرام کا دنیا کو تجربہ ہو چکا ہے ساری دنیا نے دیکھا کہ اُمیوں کو استاد زمانہ بنانے والا غیر متمدن کو تمدن کا علمبردار کر دینے والا، بکری چرانے والوں اور اونٹ کے گلہ بانوں کو تخت و تاج کا مالک بنا دینے والا بے امنوں کے گہوارہ کو دارالامن کر دینے والا، اسلام اور صرف اسلام ہے مگر آہ کہ جہالت و بے خبری کے خطرناک نتائج ہمارے سامنے ہیں بے عملی ملت پر چھا گئی ہے مسجدیں ویران ہیں۔ ان کے امام بیشتر بے سند ہیں۔ اسلامی کلچر پر تنفر یا تند کی لعنت لائی جاتی ہے خانقاہوں کا صحیح استعمال چلا جا رہا ہے، ہر ایک نیا نیا لائحہ عمل اپنے جس سے

بتاتا ہے قانون ساز کونسلوں کی بلا جب سے ملک میں آئی ہے تو ان نادانوں کو دیکھ کر جن کے پاس کوئی حتمی قانون نہیں ہے اور وہ اپنی سوسائٹی کے لئے قانون سازی پر مجبور ہیں۔ اب مسلم نشست پر پہنچنے والے بھی قانون سازی کے مرض میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ ہر قوم کا قانون ساز جب قانون بناتا ہے تو وہ گویا اعلان کرتا ہے کہ اسکے پاس اس بارے میں کوئی قانون نہیں کیا مسلمان کہلانے والا مسلمانوں کی نمائندگی کرتا ہوا قانون سازی کرکے اسلام کو غیر مکمل قرار دینے کا حق رکھتا ہے ہرگز نہیں۔ پھر یہ منی گرڈ ہٹ خلع بل کیا بلا ہے یہ سارا ادا ایکٹ میں قوم مسلم کا شمول کون سی لعنت ہے اور جہالت کا مہلک اثر یہ ہے کہ بے خبر ہیں اور اپنے کو باخبر سمجھتے ہیں۔ علم دین میں ایک ان پڑھ سے بھی بدتر ہیں اور پھر علمائے دین کے منہ آتے ہیں۔ بسطالنوی فقہ کے پست تصورات کا عادی اسلامی فقہ کی بلندیوں تک کیسے پہنچے کمزور النسان کے بنائے ہوئے کمزور قانون سے جو روزانہ بنا بگڑا کرتے ہیں پیشیہ ورانہ ! کھاؤ دماغ کو اکمنٹ اور الہی قانون تک بازیاب نہیں کرتا۔ اس کام کو مرکزی دارالتصنیف اپنے ہاتھ میں لے۔ نکاح وطلاق وراثت اور سارے معاملات میں اسلامی نظام کو قانون بنا دیا جائے غیر مشروع قوانین کو ختم کر دیا جائے۔ مسلمانوں کے قضایا کے لئے اسلامی دارالقضاء کو حکومت منوایا جائے اور قانون سازی کے چسکے کو مٹا کر قانون اسلام کی تنفیذ ہی مسلم نشست والوں کا کام رہ جائے

نظام شریعت کو اسلامی دُنیا کا نصب العین بنایا جائے

خانقاہوں کو نشر علم کا ادارہ بنایا جائے۔ میلاد شریف کی محفلوں کو بزم تبلیغ کر دیا جائے۔ اعراس بزرگان دین میں سنی کانفرنس کی روح ڈالی جائے مسلمان کی صورت کو مسلمان کیا جائے، اور مسلمان کی سیرت کو مسلمان کیا جائے۔ مسلمان کی روح کو بھی بلند کیا جائے، اور مسلمانوں کی جسمانی صحت کو معیاری طور پر قائم کیا جائے، اور بتا دیا جائے کہ مسلمان اپنی قوم کا سرمایہ ہے جسکی ذمہ داری خود اس مسلمان پر بھی ہے ہمارے کالج کے بچوں کو دیکھو تو چہرہ پر خون کا چھینٹا تک نہیں بھر بھرے بازوؤں اور اونچے اونچے

سینوں اور لمبی لمبی داڑھیوں والی قوم بیمار ہو جائے۔ اگر کراہنے لگے، زمانہ روپ بھرنے لگے تو کتنی بڑی شرم کی بات ہے۔

حضرات! وقت آگیا ہے کہ خلافت راشدہ کے عہد کو پلٹایا جائے، اور سارے نظام، شریعت کو اسلامی دنیا کا نصب العین بنا دیا جائے۔ یہ کام زیادہ سرمایہ نہیں مانگتا۔ اپنا پریس اپنا پلیٹ فارم اور اپنا ہر کام ایسا ہے کہ غریب سینوں کی برائے نام کمائی بھی اس کے لئے کافی ہے سنیوں کے پاس اوقاف اس قدر ہیں، جن کو درست کر کے برطانوی اصول پر نہیں بلکہ اسلامی اصول پر خرچ کیا جائے۔ تو ایک سلطنت کا نظام چل سکتا ہے ورنہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ دینی تعلیم کے نام پر وقف ہے اور الحادی علم پر خرچ ہو رہا ہے مسجد پر وقف ہے اور سنی وقف بورڈ کے دفتری نظام پر خرچ ہو رہا ہے۔ اگر اوقاف کے کے آمد و خرچ پر کنٹرول کر لیا جائے، تو بجٹ میں کبھی کمی نہیں ہو سکتی۔

حضرات! ہم کو مدارس اور خانقاہوں کے ساتھ اکھاڑوں کی شدید حاجت ہے، ہمارے پہلے بزرگوں نے اکھاڑوں کو جوانوں کی عبادت گاہ فرمایا ہے اور جسمانی صحت و تندرستی کے لئے، تو بڑی ضروری چیز ہے یہ چیز کبھی صرف مسلمانوں کی تھی غواصی تیراکی شہسواری اور لکڑی ہمارا وہ مشغلہ تھا۔ جس میں ہمارا کوئی ثانی نہ تھا، ہماری تندرستی ضرب المثل بن گئی تھی۔ ہمارے جوان کو ضیغم نر اور صف شکن کہا جاتا تھا۔ مگر آج تندرستی کھو دینے سے بزدلی تن، آسانی، کاہلی، چہروں کی بے رونقی، اور پھر لازمی طور پر بیگاری و ناداری آگئی ہے۔ تعلیم کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اکھاڑہ ایک مستقل ادارہ ہے جس کو زیادہ سے زیادہ ملک میں پھیلا کر ان کو ایک نظام میں بنیان مرصوص کی طرح قومی حفاظت کا قلعہ بنانا ہے ورنہ کمزور افراد کی نسل اور بھی کمتر ور ہو گی۔ اور کمزوری وہ بلا ہے جسکے بعد چاروں طرف سے بلائیں آنے لگتی ہیں۔ بیکاری قرضدار بناتی ہے معاش کے دروازہ کو بند کر دیتی ہے۔ اور آخر میں روٹی کے لئے ضمیر فروشی، ملت فروشی، پیسوں کے لئے قوم کا غدار، دین کا باغی ہو جاتا ہے جن کو ہم آپ برابر دیکھ رہے ہیں کہتے ہیں کہ محتاجی جرائم کی ماں ہے اور میں کہتا ہوں کہ تندرستی نہ ہونا محتاجی کا باپ ہے اور جب یہ ماں باپ مجتمع ہو جاتے ہیں تو بے پناہ بلاؤں کی نسل

جنم لیتی ہے۔

پاکستان کا معنی اسلام کی قرآن کی آزاد حکومت

میرے دینی رہنماؤ! میں نے عرض داشت میں ابھی ابھی پاکستان کا لفظ استعمال کیا ہے اور پہلے بھی کئی جگہ پاکستان کا لفظ آچکا ہے ملک میں اس لفظ کا استعمال روزمرہ بن گیا ہے در و دیوار پر پاکستان زندہ باد، تجاویز کی زبان میں پاکستان ہمارا حق ہے، نعروں کی گونج میں پاکستان لے کے رہیں گے۔ مسجدوں میں خانقاہوں میں بازاروں میں ویرانوں میں لفظ پاکستان لہرا رہا ہے اس لفظ میں پنجاب کا یونینسٹ لیڈر بھی استعمال کرتا ہے اور ملک بھر میں ہر لیگی بھی بولتا ہے اور ہم سنیوں کا بھی یہی محاورہ ہو گیا۔ اور جو لفظ مختلف ذہنیتوں کے استعمال میں ہو اس کے معنی مشکوک ہو جاتے ہیں جب تک بولنے والا اس کو واضح طور پر نہ بتادے یونینسٹ کا پاکستان وہ ہوگا جسکی مشینری سردار جوگندر سنگھ کے ہاتھ میں ہوگی۔ لیگ کے پاکستان کے متعلق دوسری قومیں چیختی ہیں کہ اب تک اس نے پاکستان کے معنی نہ بتائے اور جو بتائے وہ الٹے پلٹے ایک دوسرے سے لڑتے بتائے۔ اگر یہ صحیح ہے تو لیگ کا ہائی کمانڈ اس کا ذمہ دار ہے لیکن جن سنیوں نے لیگ کے اس پیغام کو قبول کیا ہے اور جس یقین پر اس مسئلہ میں لیگ کی تائید کرتے پھرتے ہیں وہ صرف اس قدر ہے کہ ہندوستان کے ایک حصہ پر اسلام کی قرآن کی آزاد حکومت ہو جس میں غیر مسلم ذمیوں کے جان و مال عزت و آبرو کو حسب حکم شرع امن دی جائے۔ ان کو ان کے معاملات کو ان کے دین پر چھوڑ دیا جائے۔ وہ جانیں ان کا دھرم جانے۔ ان کو آمنوا الیھم عھدھم، سنا دیا جائے۔ اور بجائے جنگ و جدل کے صلح و امن کا اعلان کر دیا جائے۔ ہر انسان اپنے لیے امن ہوتے پر مطمئن ہو جائے۔ اگر سنیوں کے اس سمجھی ہوئی تعریف کے سوا لیگ نے کوئی دوسرا راستہ اختیار کیا تو کوئی سنی قبول نہیں کریگا۔ ان سنیوں نے نہ دستور اساسی پڑھا ہے نہ تجاویز پڑھی ہیں نہ اختیارات کے عنوان ایڈیٹوریل دیکھے ہیں۔ نہ غیر ذمہ داروں کے لکچر سنے۔ وہ صرف اتنا سمجھ کر کہ قرآنی حکومت اسلامی اقتدار لیگ کا مقصد ہے۔ اس کے ساتھ ہو گئے ہیں۔ اور ان کو چھوڑ

کر لیگ باقی ہی نہیں رہتی۔ اس کے دستور اساسی کا کیا سوال ہے۔ اب تو تمام سینوں نے جو یقین کر لیا ہے وہی دستور اساسی بھی ہے وہی تجاویز متفقہ بھی ہیں لیگ ان کے لئے کوئی نیا دین نہیں ہے جس کو سوچ سمجھ کر ٹھونک بجا کر قبول کیا جائے بلکہ لیگ ان کے جذبات کی محض ترجمان ہے جسکو وہ اہل معقولات سے زیادہ خود سمجھ رہے ہیں خیر یہ تو لیگی زبان میں پاکستان کی بحث تھی۔ لیکن آل انڈیا سنی کانفرنس کا پاکستان ایک ایسی خود مختار آزاد حکومت ہے جس میں شریعت اسلامیہ کے مطابق فقہی اصول پر کسی قوم کی نہیں بلکہ اسلام کی حکومت ہو جس کو مختصر طور پر یوں کہیے کہ خلافت راشدہ کا نمونہ ہو۔ ہماری آرزو ہے کہ اسی وقت ساری زمین پاکستان ہو جائے۔ لیکن اگر عالم اسباب میں رفتہ رفتہ درجہ بدرجہ حصہ بحصہ تھوڑا تھوڑا کر کے پاکستان بنا جائے تو اس کو بتایا جائے۔ کسی حصہ زمین کو پاکستان بنانا اس کے سوا دوسرے حصہ کے ناپاک رہنے پر رضامندی نہیں ہے بلکہ عالم اسباب میں حکومت تدریج ہے ہندوستان تک صحابہ کرام نہیں پہنچے تو وہ اس لئے نہ تھا کہ ہندوستان کے کفریات وشرکیات سے راضی تھے بلکہ اس کا سبب یہ تھا کہ الامور مرهونة باوقاتها۔ صلح حدیبیہ کا یہ ترجمہ کسی جانور نے بھی نہیں کیا کہ اس میں مکہ کے کفر و کفار سے رضامندی پائی جاتی ہے بلکہ عالم اسلامی کو صاف نظر آنے لگا کہ مکہ جلد پاکستان ہونے والا ہے معاہدے اور صلحنامے واعدوا لهم ما استطعتم کی تعمیل میں ہوتے ہیں اور بعد استطاعت خود ختم ہو جاتے ہیں آل انڈیا سنی کانفرنس کے پاکستان کے خلاف زبان کھولنے اور قلم چلانے سے پہلے خوب سوچ لیا جائے کہ داور حشر کے سامنے کیا منہ لے کر جائیں گے۔ پاکستان میں اس مجرم کو نہ بخش جائے گا جو کلمہ پڑھ کر اپنے کو سنی کہہ کر اسلامی اقتدار کے تصور سے چڑھتا ہو۔

ہاں یہ عرض کرنا رہ گیا کہ حال میں وزارتی مشن کے سامنے سنا جاتا ہے کہ ڈاکٹر خان بھی پاکستان کا نعرہ لگا کر گئے ہیں۔ لیکن یہ پاکستان ایسا ہے جسکو سن کر پاکستان کا بڑے سے بڑا دشمن بھی ناراض نہیں کیا عجب ہے ۵۸ گز کے پاجامے پہننے والوں کے لنگوٹیہ پاکستان بنانا منظور ہو۔

ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم ۰

مسلم لیگ۔ اور۔ سنی کانفرنس

حضرات سطور بالا میں مسلم لیگ کا نام آگیا ہے۔ اور اس طرح آیا ہے کہ وہ سنی کانفرنس کے بالکل جدا گانہ ایک نظام ہے یہی حقیقت بھی ہے مسلم لیگ کا پروگرام عارضی ہے جو صرف پاکستان پر ختم ہو جاتا ہے اور آل انڈیا سنی کانفرنس کا پروگرام دوامی ہے پاکستان کی تعمیر کا اور مسلم لیگ کو سنی مسجدوں، سنی اماموں، سنی خانقاہوں، مدرسوں عرسوں، میلادوں، مذہبی تصنیف گاہوں سے کوئی سرکار نہیں اور نہ وہ صرف سنیوں کے نام پر کام کرتی ہے پاکستان کا حق ملا تو مسلم لیگ کو نہیں ملیگا۔ برطانوی مسلمانوں کو ملیگا اور ان میں غلبہ محمدی مسلمانوں یعنی سنیوں کا ہے تو پاکستان کا حق سنیوں کو ملے گا۔

سنی کیسا پاکستان بنائیں گے، اس میں کسی بحث کی گنجائش نہیں۔ عہد صدیقی کو دیکھ لیا جائے، دور فاروقی کی سیر کر لی جائے، عثمانی زمانہ کو نظر کے سامنے لاجائے، خلافت علویہ کا دیدار کر لیا جائے اسی قسم کا پاکستان بنائیں گے، اگر سنیوں کو زندہ رہنے کا، اپنے دین کی حفاظت کرنے کا، اپنے مستقبل کو سنوارنے کا، اپنی قوم کو ہلاکت سے بچانے کا، اپنی مسجدوں کو آراستہ کرنے کا، **اپنی** خانقاہوں کو سجانے کا، اپنے اداروں کو درست رکھنے کا حق دوسری قوموں کی طرح ہے اور ضرور ہے تو پھر ہر تنظیم سے زیادہ ضروری سنیوں کے لئے آل انڈیا سنی کانفرنس ہے یہ ہم نے مانا کہ انگریز اب ہندوستان پر حکومت کرتے سے تھک گیا ہے۔ اب منافع کے سوا خطروں سے الگ رہنا چاہتا ہے اور وہ کرسی حکومت ہندوستان کو دے ڈالنا ہی چاہتا ہے اور مانا کہ یہ دیکھ کر ہندوستان کی اکثریت کے منہ میں پانی بھر آیا ہے اور وہ بلا شرکت غیرے اس حق کو حاصل کرنا چاہتا ہے اور مانا کہ اس کا جواب یہی رہ گیا ہے کہ قانون جسکو مسلمان کہہ دے اس کو یکجا کر کے اکثریت کے رام راج والے خواب کو شرمندہ تعبیر نہ ہونے دیا جائے۔ اور مانا کہ مسلم لیگ اسی پوزیشن میں ہے اور یہ بھی بالفرض مانا کہ مسلم لیگ کے سوا عہد حاضر کی چالبازیوں اور دھاندلیوں کا کوئی جواب نہیں لیکن پھر بھی سنی مسلمانوں کو اپنی ملی تنظیم کی آج اسی قدر حاجت ہے جس قدر پہلے تھی۔ ہم سے مسلم لیگ کو اسی کی امید رکھنی چاہئیے کہ اس کا جو قدم

سینوں کے سمجھے ہوئے پاکستان کے حق میں ہو گا۔ اور اس کے جس پیغام میں اسلام و مسلمین کا نفع ہو گا۔ آل انڈیا سنی کانفرنس کی تائید اسی کو بیدریغ حاصل ہو گئی اور دینی امور میں ہاتھ لگاتے سے پہلی آل انڈیا سنی کانفرنس کی رہنمائی اس کو تسلیم کرنی پڑیگی اور ضرور کرنی پڑیگی۔

اگر ہماری حق گوئی کسی کے نزدیک جرم ہے اور کسی لیگی کے نزدیک یہ ہماری طرف سے لیگ کی دشمنی ہے تو ہمیں ڈیفنس میں ایک لفظ نہیں کہنا ہے اور اگر لیگ کے دشمنوں کے نزدیک یہ ہمارا لیگی ہوجانا ہے تو ہم خوش فہمی کو بھی قابل مضحکہ سمجھتے ہیں۔

ہم حق گو حق پرست اور صرف حق کا اقتدار چاہتے ہیں

دنیا کو ہمیشہ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ جس طبقہ نے عالمگیر و جہانگیر کی تلواروں پر حکومت کی عباسیوں کی جلالت پر اپنے اقتدار کا پرچم لہرایا یعنی علمائے حق وہ نہ کسی مغرور کے دبائے دبتے ہیں نہ کسی شکی وہمی سے الجھتے ہیں نہ کسی بدزبان بے لگام کو پرکاہ برابر سمجھتے ہیں وہ صرف اپنے خدا سے ڈرتے ہیں حق گو ہیں حق پرست ہیں اور صرف حق کا اقتدار ہی چاہتے ہیں۔

اے ہمارے شفا بخشنے والے حکمائے اسلام! ہم نے اپنی بیماریاں بیان کر دیں اور بیماریوں نے اس قدر نڈھال کر دیا ہے کہ ہم تھک گئے اور ہماری بیماریوں کا بہت کچھ بیان رہ گیا، آپ کی انگلیاں ہماری نبض پر ہیں آپ کی حذاقت نے ہم کو بھانپ لیا ہے جو ہم نے کہا وہ بھی اور جو نہیں کہا وہ بھی، آپ کی فراست کے سامنے ہے اللہ ہمارا علاج کیجیئے اپنے رسول پاک کا صدقہ ہماری امداد کیجیئے غوث کے نام کی بھیک دیجیئے خواجہ کے طفیل خبر لیجیئے نقشبندی سرکار کا صدقہ دیجیئے۔

ہائے ہم تو اس قابل بھی نہیں کہ آپ سے سہی طور پر بھی کہہ سکیں ہماری خادمانہ زود گزاشتوں کو معاف کیجیئے یہ وہ کہیئے جو کچھ تو خدمت کر سے ہم نے تو آپ کو اس شرط پر زحمت دی کہ اپنا ارشاد

بقیہ صفحہ نمبر

قراردادِ پاکستان

جو پانچ ہزار علماء و مشائخ اور ڈیڑھ لاکھ سے زائد عوامی سنی اجتماع میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے چہار روزہ بیمثال اجلاس منعقدہ بنارس ۱۹۴۶ء میں باتفاق منظور ہوئی۔

(نقل مطابق اصل)

(۱):۔ آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبۂ پاکستان کی پُر زور حمایت کرتا ہے، اور اعلان کرتا ہے کہ علماء و مشائخ اہلِ سُنّت اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے ہر امکانی قربانی کے واسطے تیار ہیں، اور یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایک ایسی حکومت قایم کریں، جو قرآنِ کریم اور حدیثِ نبویہ کی روشنی میں فقہی اصول کے مطابق ہو۔

(۲):۔ یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ اسلامی حکومت کے لیے مکمل لائحۂ عمل مرتب کرنے کے لیے حسب ذیل حضرات کی ایک کمیٹی بنائی جاتی ہے:۔

حضرت مولانا شاہ سید ابوالمحامد سید محمد صاحب محدثِ اعظم ہند کچھوچھوی۔ حضرت صدر الافاضل استاذ العلماء مولانا مولوی محمد نعیم الدین صاحب۔ حضرت مفتیِ اعظم ہند مولانا مولوی شاہ مصطفٰے رضا خاں صاحب۔ حضرت صدر الشریعہ مولانا مولوی محمد امجد علی صاحب۔ حضرت مبلغِ اعظم مولانا مولوی عبد العلیم صاحب صدیقی میرٹھی۔ حضرت مولانا مولوی عبد الحامد صاحب قادری بدایونی۔ حضرت مولانا مولوی سید شاہ دیوان آل رسول علی خانصاحب سجادہ نشین اجمیر شریف۔ حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد صاحب لاہور۔ حضرت مولانا شاہ قمر الدین صاحب سجادہ نشین سیال شریف۔ حضرت پیر سید شاہ عبد الرحمٰن صاحب بھرچونڈی شریف (سندھ)۔ حضرت مولانا شاہ سید زین الحسنات صاحب مانکی شریف۔ خان بہادر حاجی بخشی مصطفٰے علی صاحب (مدراس)۔ حضرت مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد صاحب لاہور۔

(۳):۔ یہ اجلاس کمیٹی کو اختیار دیتا ہے کہ مزید نمائندوں کا حسب ضرورت و مصلحت اضافہ کرلے یہ لازم ہوگا کہ اضافہ میں تمام صوبجات کے نمائندے لیئے جائیں۔

مکتوب محدث اعظم کچھوچھوی
بنام
حضرت پیر مانکی شریف

الجمعیۃ العالیۃ المرکزیۃ
آل انڈیا سنی کانفرنس
مراد آباد

نمبر ۸۶

حضرت بابرکت دامت مکارمکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پاکستان کانفرنس پٹاور کا دعوت نامہ دعوت آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس میں اسوقت تشریف لایا جبکہ حضرت صدر الافاضل نعیم الملۃ والدین دامت برکاتہم العالیہ آل انڈیا سنی کانفرنس کے لیے بنارس سے باہر شدید حاجت کی بناء تشریف لیگئے ہیں اور ۱۲ اپریل کو واپسی کیا تی ہے کہ بنارس میں ہونگے ظاہر ہے کہ پھر ۱۲ اپریل کو پشاور میں ہونا کسی طرح ممکن نہیں حضرت کے علم میں آچکا ہوگا کہ آل انڈیا سنی کانفرنس کا اجلاس بنارس میں ۲۷ تا ۳۰ اپریل ہوگا جسکا دعوت نامہ حاضر کیا جا چکا ہے اور آپکی کانفرنس حضرت امیر ملت صدر آل انڈیا سنی کانفرنس کی صدارت میں ہو رہی ہے۔ حضرت کی صدارت میں تمام سنی کانفرنس کی نمائندگی کریگی اللہ تعالے آپکو آپکے پاک مقاصد میں روشن اور جلد کامیابی نصیب فرمائے جس طرح ہمارا زر اللہ منظور خاطر ہے اسکے لیے پاکستان کانفرنس سے زیادہ آل انڈیا سنی کانفرنس اہمیت رکھتا ہے آپ کی تشریف آوری یہاں جبکہ ہندوستان کے ہر صوبہ کے سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں علماء اور مشائخ نا متفقہ فیصلہ ترتیب اپنے صوبہ کیلئے اور تمام اسلامی صوبوں کیلئے حاصل کرینگے تو یہ مجمع ایشیا اور یورپ میں یکساں طور پر مقصد کی اہمیت کو نمایاں کردیگی لہذا حضرت امیر ملت کے نام پر اور مسلمانان سرحد کے جائز حقوق کے نام پر اور پاکستان کانفرنس کے پاک مقصد کے نام پر اور سب سے بڑھکر سنیت کے نام پر اور اسلام کے نام پر بڑے ادب سے التماس ہے کہ آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کے اجلاس میں اپنی شرکت سے بیکس مسلمانوں کی دستگیری فرمائی جائے اور تشریف آوری کے وقت سے بذریعہ تار مطلع کیا جائے لاہور میں آپکو کلکتہ میل ملیگا جو سیدھا بنارس آتا ہے فقط آپکا وفادار

فقیر اشرفی و گدائے جیلانی
ابو المحامد سید محمد صدر استقبالیہ آل انڈیا سنی کانفرنس

مجلسِ استقبالِ آل انڈیا سُنّی کانفرنس بنارس

جمہوریت اسلامیہ (آل انڈیا سُنّی کانفرنس) کے اجلاس بنارس منعقدہ ۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء کے

عہدیداران واراکین

(۱) حامیِ ملت ناصرِ سنت راس المحدثین رئیس المتکلمین فرزندِ رسول نور نگاہ بتول حضرت مولانا سید شاہ سید محمد صاحب محدث اشرفی جیلانی کچھوچھوی مدظلہ صدر مجلسِ استقبالی وحال صدر آل انڈیا سُنّی کانفرنس

(۲) عالی جناب مرزا جہانگیر بخت صاحب رئیس اعظم	نائب صدر
(۳) عالی جناب حاجی جلال الدین صاحب رئیس اعظم	خازن
(۴) عالیجناب ماسٹر عبداللہ صاحب کنٹریکٹر ڈیری اسٹیشن بنارس کینٹ	ناظم رسل ورسائل
(۵) عالیجناب اشیر الدین صاحب تاجر پارچہ بنارسی	ناظم مالیات
(۶) عالیجناب خواجہ عبدالحمید صاحب	ناظم اسٹیج
(۷) عالیجناب داروغہ سبحان علی صاحب	ناظم قیام گاہ
(۸) عالیجناب مسٹر لاڈلے صاحب	امیر العسکر
(۹) عالیجناب نذیر الدین صاحب سوداگر پارچہ بنارسی	نائب ناظم مالیات
(۱۰) عالیجناب عبدالقیوم صاحب تاجر پارچہ بنارسی	رکن اعظم
(۱۱) عالیجناب حافظ محمد اسحاق صاحب	رکن اعظم
(۱۲) عالیجناب عبدالعزیز صاحب	ناظم مطبخ
(۱۳) عالیجناب مولوی سلیم اللہ صاحب	رکن
(۱۴) عالیجناب منظور احمد خاں صاحب	رکن
(۱۵) عالیجناب عبدالغفور صاحب	رکن
(۱۶) عالیجناب مرزا معظم بخت صاحب	رکن

یہ ہیں وہ چند درویش جنہوں نے بنارس میں وہ کر دکھایا کہ سارا ہندوستان حیرت میں پڑ گیا۔ فجزاہم اللہ تعالیٰ عنا وعن سائر اہل السنۃ والجماعۃ احسن الجزاء آمین آمین اللّٰہم آمین بجاہِ نبیک سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

مولائے کل صلی اللہ علیہ وسلّم
اور آج کے حالات

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "جب میری امّت میں یہ برائیاں پیدا ہو جائیں گی تو اُن پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں گے۔

- جب سرکاری مال ذاتی ملکیت بنا لیا جائے گا۔
- امانت کو مالِ غنیمت سمجھا جانے لگے گا۔
- زکوٰۃ کو جرمانہ محسوس کیا جائے گا۔
- خاوند بیوی کا تو اطاعت گذار ہو گا لیکن ماں کا نافرمان ہو گا۔
- آدمی دوستوں سے تو بھلائی کریگا لیکن باپ پر ظلم و ستم کرنے لگے گا۔
- مساجد میں شور و غل برپا کیا جانے لگے گا۔
- نا اہل رہنمائی کا منصب ہتھیا لیں گے۔
- آدمی کی عزت اُس کی شرارت کی وجہ سے کی جائے گی۔
- نشہ آور چیزوں کا استعمال عام ہو جائے گا۔
- مرد ریشمی لباس پہننے لگیں گے۔
- گانے والی عورتوں اور آلاتِ موسیقی کا دور دورہ ہو گا۔
- بزرگوں پر لعن طعن اور زبان درازی کی جانے لگے گی۔

جب یہ سب کچھ ہونے لگے گا تو لوگوں کو چاہیئے کہ وہ ہر وقت قہرِ الٰہی کے منتظر رہیں خواہ وہ سرخ آندھی یا زلزلہ کی شکل میں آئے یا صورتیں مسخ ہو جانے کی شکل میں۔ (ترمذی شریف)

مرکزی مجلس محدّثِ اعظم کچھوچھوی